بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد☆

خطبۂ حجۃ الوداع

مطالعات و مآخذ پر ایک نظر

﴿۱﴾

حجۃ الوداع کا واقعہ تاریخ کی رو سے کوئی چودہ سو برس پہلے ذی الحجہ ۱۰ھ/ مارچ ۶۳۲ء میں اس وقت پیش آیا جبکہ سید الانبیاء والمرسلین، محبوب ربّ العالمین، حضور رحمۃ العالمین، علیہ التحیۃ الی یوم الدین، اتمامِ دعوتِ حق اور اِکمال تبلیغ دین کی منزل پر مکہ معظمہ میں جلوہ افروز ہوئے اور اپنا پہلا اور آخری حج ادا فرمایا۔ جسے حجۃ الوداع، حجۃ البلاغ (۱)، حجۃ الاسلام (۲) اور حجۃ التمام (۳) بھی کہتے ہیں (۴)۔

یہ واقعہ نہ صرف یہ کہ اسلامی تاریخ و سیرت کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے بلکہ تاریخ عالم کے حوالہ سے بھی اس کا شمار ان نمایاں ترین واقعات میں کرنا چاہئے جن کا بعد کی عالمی تاریخ پر بہت گہرا اثر پڑا۔

حجۃ الوداع کا واقعہ بجائے خود متعدد واقعات کا مجموعہ ہے اور اس کا ہر واقعہ اور ہر واقعے کا ہر جز، علمی اور عملی دونوں اعتبار سے اہم اور قابل ذکر ہے۔ (مثلاً حجۃ الوداع کے لئے اعلانِ عام، حضور ﷺ کی ۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ/ ۲۲ فروری ۶۳۲ء بروز ہفتہ، سنیچر/ یوم السبت کو مدینہ طیبہ سے روانگی، ایک ہفتے سے زائد تقریباً ۹ دن کا مقدس سفر، راستہ، منزلیں، مکہ معظمہ میں ورود، اور پھر مناسک حج کی تعلیم و ادائیگی کے دوران عرفات و منیٰ کے خطبات وغیرہ)۔ تاہم حجۃ الوداع کے پورے واقعے میں ہمارے نزدیک اس کا نقطۂ کمال وہ "خطبۂ عظیم" ہے جسے اس حج کے دوران وادیٔ عرفات میں جمعہ ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ/ ے

☆ سابق رئیس کلیہ فنون و صدر شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

islAlse

مارچ ۶۳۲ء کو ہادئ اعظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں ارشاد فرمایا۔

مجملاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ خطبۂ حجۃ الوداع نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی تمام تر مبلغانہ مساعی کا ماحصل، مسلمانوں کے لئے آخری پیغمبرانہ وصیت، اور تکمیل دین کا اعلان عام تھا بلکہ عصر حاضر کے حوالہ سے دراصل یہی خطبہ عالمی انسانی منشور کی حیثیت بھی رکھتا ہے جس کے ذریعہ چار دانگ عالم کو امن و عافیت، تہذیب و معاشرت صلح و آشتی کے ساتھ ساتھ حقوق آدمیت وانسانیت سے بھی سرفراز کیا گیا۔

﴿۲﴾

علمی فنی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے یہ بات تو باعث اطمینان ومسرت ہے کہ ہمارے ہاں کے علمائے سلف و خلف، فقہاء، محدثین، اصحاب سیر، مورخین، محققین اور مولفین نے واقعۂ حجۃ الوداع، اس کی اسناد مرویات، اس کی جزئیات وتفصیلات اور متعلقات ومتضمنات پر بحث وتمحیص میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ چنانچہ انہوں نے بطور خاص حجۃ النبی ﷺ کے جملہ احوال واعمال پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اور مختلف پہلوؤں سے فقہی احکام کے استنباط اور فوائد ومسائل کے استقصا میں بڑی دیدہ ریزی، مستعدی اور مہارت وحذاقت سے کام لیا ہے حتیٰ کہ بعض موضوعات پر تو مستقل تصانیف یادگار چھوڑی ہیں (۵)۔ لیکن یہ امر بے حد استعجاب افسوسناک ہے کہ خطبۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے نزدیک پورے واقعۂ حجۃ الوداع کا جزو اعظم اور عمود حقیقی ہے، اکثر وبیشتر مولفین ومحققین، کی نگاہوں میں قرار واقعی اہمیت اور بیان وتفصیل کا مستحق نہیں ٹھہرا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس خطبہ عظیم کا متن نقل کرنے میں اور روایتاً اس کے حفظ وضبط میں، وہ اہتمام نہیں برتا گیا جو اس واقعے کے دوسرے اجزا کے لئے روا رکھا گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابتدائی مآخذ میں جو روایتیں منقول و محفوظ ہیں ان میں بھی جزوی اختلافات کے سبب تفہم وتدبر کا کام آسان نہ رہا۔ شاید اسی لئے علامہ شبلی نعمانی کی مشہور زمانہ سیرۃ النبی کے مرتب وجامع مولانا سید سلیمان ندوی کو آج سے تقریباً ۸۰ سال پہلے خطبۂ حجۃ الوداع کی بحث میں یہ حاشیہ لکھنا پڑا کہ: "یہ اور اس کے بعد کے تمام عربی جملے آنحضرت ﷺ کے خطبے کے ٹکڑے ہیں۔ یہ جملے کسی حدیث میں یکجا نہیں ہوئے ہیں، اس لئے ان کو مختلف مآخذوں سے جمع کرنا پڑا ہے" (۶)۔ وہ آگے لکھتے ہیں: "اصل یہ ہے کہ یہ ایک طویل خطبہ تھا، ہر ایک شخص کو جو فقرہ یاد رہ گیا جس کی اس نے روایت کی۔ اس بنا پر مختلف مآخذوں سے ان ٹکڑوں کو جمع کر لیا گیا ہے اور اس کے جابجا حوالے دیئے گئے ہیں۔ خطبے کے بعض ضمنی الفاظ مصنف نے چھوڑ دیئے ہیں۔ روایتوں میں ایک اور اختلاف ہے۔ حضرت جابرؓ اپنی روایت

میں اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس خطبے کا دن یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت ابن عباسؓ دوسری روایتوں میں یوم النحر یعنی ۱۰ ذی الحجہ بتاتے ہیں۔ بعض روایتیں ایام تشریق کے خطبے کی ہیں۔ ابن اسحاق نے اس کو مسلسل خطبے کے طور پر نقل کیا ہے۔ ابن ماجہ، ترمذی، اور مسند احمد میں خطبۂ حجۃ الوداع کے چند فقرے منقول ہیں۔ جن میں یہ تصریح نہیں کہ کس تاریخ کے خطبے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا"(۷)

﴿۳﴾

سید صاحب موصوف نے اپنے حاشیے میں جو لکھا ہے، اس سے نہ صرف یہ کہ خطبۂ حجۃ الوداع کے لئے ابتدائی مآخذ کی صورت حال بڑی حد تک سمجھی جا سکتی ہے بلکہ یہ انکشاف حقیقت بھی کہ اس وقت تک خطبۂ حجۃ الوداع کی جمع و ترتیب کا کوئی قابل ذکر کام کم از کم اردو زبان میں سامنے نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی خطبہ کی نوعیت و اہمیت کو اس انداز سے سمجھا گیا تھا۔ جس کا آغاز علامہ شبلی کر رہے تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں اردو سیرت نگاری کی تاریخ کے حوالے سے علامہ شبلی کا کام اردو سیرت نگاری کے بلوغ کی دلیل ہے۔ اور اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ علامہ شبلی سے پہلے سیرت نگاری کے جو نمونے دستیاب ہوئے ہیں وہ مختلف جہات سے تشنگی رکھتے ہیں (۸)۔ واقعہ یہ ہے کہ شبلی محض ایک شخص کا نام نہیں ہے، ایک عہد اور ایک تحریک کا نام ہے۔ اور سیرۃ نبوی کے حوالے سے اس مخصوص رویے اور سلوک کا نام ہے جس کے تحت ایک مسلمان امتی (ایک گدائے بے نوا) اسوۂ رسالت مآب ﷺ کی صہبائے خلوص و محبت کو علم کے پیمانے میں تحقیق کی چھلنی سے چھان کر پیتا ہے اور سیراب ہو کر بھی مدہوش نہیں ہوتا۔

علامہ شبلی سے پہلے اگرچہ یہ رویہ اور سلوک ناپید تھا۔ تاہم مبالغہ آرائی سے پاک سنجیدہ علمی تحریروں کا رواج اردو میں ہو گیا تھا۔ چنانچہ بطور مثال اس دور کی قابل ذکر کتابوں میں سے مفتی محمد عنایت احمد کاکوروی (۱۲۲۸۔ ۱۲۷۹ھ) کی کتاب تواریخ حبیب الہٰ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ جو پہلی مرتبہ ۱۲۸۱ھ/۱۸۲۴ء میں نظامی پریس کانپور سے شائع ہوئی (۹)۔ کتاب مختصر ہے اس لئے حجۃ الوداع کا بیان بھی انیسویں فصل میں مختصراً کیا گیا ہے (۱۰)۔ مسلمانوں کے علاوہ بعض غیر مسلموں کی تعصب سے پاک کتب سیرت بھی ہماری توجہ کی مستحق ہیں۔ مثلاً شردھے پرکاش دیوجی کی کتاب "حضرت محمد ﷺ صاحب بانیٔ مذہب اسلام۔ جو اپنے مندرجات اور تبصروں کی روشنی میں قابل ذکر شمار ہوگی۔ اور جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب کے باب ہفتم میں "الوداعی حج" کا واقعہ ایک پیراگراف میں اس تصریح

کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار خدا پرست میدان عرفات میں موجود تھے (۱۱)۔ پھر خطبۂ نبوی ﷺ کی چند باتوں کو بھی مصنف نے دوسرے پیراگراف میں تبرکاً بیان کردیا ہے (۱۲)۔

﴿۴﴾

علامہ شبلی کی تجویز اور کوششوں سے سیرت نبوی کے سلسلے میں جن سنجیدہ علمی کاوشوں کا آغاز ہو چکا تھا (۱۳)، اس میں علامہ شبلی کے چند ہم عصروں نے بھی نمایاں طور پر حصہ لیا۔ مولانا شبلی نے سیرۃ النبی کی ترتیب و تالیف تو کافی پہلے شروع کر دی تھی لیکن اس کی اشاعت کا سلسلہ ان کی وفات کے بعد شروع ہوا۔ چنانچہ جلد اول ۱۹۱۸ء میں اور جلد دوم ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی جس میں خطبۂ حجۃ الوداع کی بحث شامل ہے۔ تاہم اس سے پہلے قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری (۱۹۳۰ء) اپنی کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد اول (مطبوعہ ۱۹۱۲ء) میں خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالے سے گویا ایک قدم آگے بڑھا چکے تھے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے اردو کتب سیرت میں یہ فخر و امتیاز قاضی سلیمان منصور پوری کی کتاب رحمۃ للعالمین کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے غالباً پہلی مرتبہ حضور سرور کائنات کے خطبۂ حجۃ الوداع کا عربی متن (مع ترجمہ) مربوط و مسلسل کلام کے طور پر پیش کیا اور ایک خاص ترتیب کے ساتھ اس کے تقریباً بارہ جملے مرتب کر دیے (۱۴)۔ قاضی صاحب موصوف کو چونکہ دوسرے علوم و فنون کے علاوہ بائبل کے مندرجات و مضامین پر مکمل دسترس حاصل تھی، اس لئے ان کا خاص کام یہ بھی ہے کہ انہوں نے خطبۂ نبوی کے مختلف جملوں کی تشریحات کو بائبل کے حوالوں سے مزین کر کے ثابت کیا کہ وہ خطبۂ عظیمہ بشارات الہامی کا مصداقِ حقیقی تھا۔ (۱۵)

علامہ شبلی کے ایک اور ہم عصر پروفیسر سید نواب علی (۱۸۷۷ء۔۱۹۶۱ء) کی ایک اہم کتاب ''سیرت رسول اللہ'' کا پہلا ایڈیشن ۱۹۳۱ء میں نکلا اور مقبول ہوا۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالے سے ان کی کتاب کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے حجۃ الوداع کے زیر عنوان پہلے تو صحیح مسلم کی روایت جابرؓ کے حوالے سے خطبۂ نبوی ﷺ کے عربی متن کے چھ فقرے نقل کئے (۱۶) اور ابن اسحاق اور ابن سعد کی روایتوں سے تین جملے مزید نقل کئے (۱۷)، نیز اردو ترجمہ کے ساتھ مختصر تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہدایات رسول نظام تمدن کی روح رواں ہیں (۱۸)، پروفیسر نواب علی کی تشریح میں خاص بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ موصوف نے خطبۂ حجۃ الوداع کے مندرجات کو اس دور زمانے کے حالات اور تقاضوں کے مطابق

سمجھنے کی کوشش کی (۱۹) گویا خطبۂ حجۃ الوداع کی تفہیم میں اسے ایک گونہ پیش رفت قرار دیا جاسکتا ہے۔

﴿۵﴾

علامہ شبلی اور ان کے ہم عصروں کی علمی کاوشوں سے ذوقِ سیرت ایسا عام ہوا کہ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر کثرت سے لکھا جانے لگا۔ اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مصنفین کی اتنی کثیر تعداد شریک کارواں ہوگئی جن کا شمار بھی مشکل ہے۔ البتہ خطبہ حجۃ الوداع کے حوالہ سے کسی نئی تحقیق و تفتیش کی نشاندہی آسان نہیں۔ سیرت نگاروں کی عام توجہ حجۃ الوداع کے احوال وواقعات تک ہی محدود نظر آتی ہے۔

مثال کے طور پر مولانا عبدالرؤف دانا پوری (۱۸۷۴۔۱۹۴۸) کے قلم سے (بمطابق دیباچہ ۱۹۳۲ء میں) لکھی جانے والی کتاب ''اصح السیر'' اس اعتبار سے تو قابل ذکر ہے کہ خاصی ضخیم ہے اور چھ سو چھپن صفحات پر محیط ہے، نیز خود مصنف کے بیان اور جائزے کے مطابق اس میں متعدد پہلوؤں سے علامہ شبلی کی تعقیب بھی کی گئی ہے (۲۱)۔ لیکن اس لحاظ سے یہ ایک روایتی اور سرسری سی کتاب ثابت ہوتی ہے کہ اس میں مصنف علام نے ''کتاب حجۃ الوداع'' کو چالیس صفحات پر پھیلانے (۲۲) اور واقعہ حجۃ الوداع کی جزئیات اور اعمال و احوال کے بارے میں پورے شرح و بسط سے کام لینے کے باوجود خطبہ حجۃ الوداع (بشمول بیان خطبات عرفہ ونحر) کو بمشکل چار صفحات میں نمٹا دیا ہے (۲۳)۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا دانا پوری نے خطبۂ نبوی ﷺ کو قرار واقعی اہمیت نہیں دی۔ مثلاً پہلے تو وہ خطبۂ عرفہ کی ایک جملہ میں تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ ''اس خطبہ میں حضور ﷺ نے اسلام کے قواعد کو محکم اور مقرر کیا۔ کفر اور جہالت کے قواعد کو منہدم کیا''۔ (۲۴) پھر چھ، سات ارشادات نبوی ﷺ کا خلاصہ کسی حدیث یا راوی یا روایت کے بغیر اپنے ہی الفاظ میں بیان کردیتے ہیں (۲۵)۔ جبکہ خطبۂ منیٰ کو ایک جملہ میں یوں سراہتے ہیں کہ ''اس کے بعد حضور ﷺ منیٰ تشریف لے گئے اور وہاں ایک عظیم و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور بہت سے احکام کی اس میں تعلیم دی (۲۶)، پھر حاشیے میں حضرت ابوبکر کی روایت نامکمل حوالے کے ساتھ نقل کرتے ہوئے چند فرمودات نبوی ﷺ نقل کردیتے ہیں (۲۷)۔ تعجب یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے تمام تر بیانات میں متن خطبہ کا صرف ایک (عربی) جملہ ہی موصوف نے بغیر کسی حوالے کے نقل کردینا کافی سمجھا ہے (۲۸)۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اصح السیر میں بیان سیرت کے لئے عام، اور کتاب حجۃ الوداع کے لئے مصنف کا جو خاص انداز پایا جاتا ہے، اس سے یہ تاثر مرتب ہوتا ہے کہ مولانا دانا پوری روایتی بیان

کو زیادہ پسند کرتے ہیں لیکن مسائل کے مختلف پہلوں پر غور و فکر کو زیادہ مستحسن خیال نہیں فرماتے۔ شاید اسی لئے مصنف اصح السیر نہ تو خطبۂ حجۃ الوداع کے متن، الفاظ و عبارات وغیرہ کی جمع و ترتیب کی فکر کرتے ہیں اور نہ ہی خطبہ کی مذہبی معاشرتی، تہذیبی تمدنی اور ثقافتی اہمیت سے تعرض کرتے ہیں (۲۹)۔

اصح السیر کے ہی اطوار و انداز سے مماثلت رکھنے والی ایک ضخیم کتاب سیرۃ المصطفیٰ بھی ہے جس کے مصنف حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۹۰۱۔۱۹۷۴) ہیں، اس کتاب کی تین جلدیں بقول ایک مصنف، ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئیں اور چوتھی جلد ۱۹۶۶ء میں مکمل ہو کر شائع ہوئی، اصح السیر کی طرح اس کتاب کی بنیاد بھی احادیث پر رکھی گئی ہے۔ اور یورپین مصنفین کی کتب سیرت سے اعتنا نہیں کیا گیا (۳۰)، افسوس کہ کتاب کے کل تین صفحات پر مشتمل حجۃ الوداع کے ذکر احوال کے ساتھ ساتھ خطبۂ نبوی کے اردو خلاصے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے، لیکن خطبے کے ضمن میں نہ کوئی حوالہ دیا گیا ہے، اور نہ مآخذ و سرچشمہ بیان کیا گیا ہے (۳۲)

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی (۱۹۰۱،۱۹۶۳) کی تصنیف جو ایک مصری مصنف سے متاثر ہو کر لکھی ہے۔ یعنی سیرت نبوی رسول کریم ﷺ (۳۳) یا نور البصر فی سیرت خیر البشر (۳۴) بھی خطبۂ حجۃ الوداع کے تفصیلی بیان، متن خطبہ اور بحث سے خالی ہے۔ (۳۵) خطبات عرفہ و منیٰ کا خلاصہ تو دیا گیا ہے لیکن نہ تفصیل نہ حوالے نہ مآخذ کا ذکر (۳۶)۔ کم و بیش یہی صورت حال مصری مصنف خضری بک سے متاثر ہونے والے (۳۷)) مولانا اسلم جیراجپوری کی ''تاریخ الامت'' میں نظر آتی ہے (۳۸) موصوف نے بھی خطبۂ نبوی ﷺ کا اردو خلاصہ بغیر تصریح مآخذ دس پندرہ جملوں میں بیان کر دیا ہے (۳۹)۔

غلام احمد پرویز کی مشہور کتاب ''معراج انسانیت'' (۴۰) اپنی ہم عصر کتابوں میں ایک مخصوص نقطۂ نظر کی حامل ہونے کے باوجود اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ اس میں تکمیل کار کے زیر عنوان واقعے کے علاوہ خطبۂ حجۃ الوداع اور اس کی نوعیت و اہمیت سے بھی بحث کی گئی ہے (۴۱)۔ یہ صحیح ہے کہ ایک مربوط و مسلسل خطبہ کی حیثیت سے اسے نقل نہیں کیا گیا تاہم معاملے کو اپنی اصل کی طرف لوٹاتے ہوئے عربی متن کے دس بارہ جملوں کو ترجمے کے ساتھ شامل کیا جانا خوشگوار تاثر چھوڑتا ہے (۴۲)۔

دار المصنفین اعظم گڑھ سے سلسلۂ تاریخ اسلام کی پہلی جلد میں جو شاہ معین الدین احمد ندوی کی تالیف ہے (۴۳)، حجۃ الوداع کے واقعات اور خطبات پر مشتمل نو صفحات میں جو مواد پیش کیا گیا ہے (۴۴) وہ کم و بیش سیرۃ النبی ﷺ (از شبلی و سلیمان ندوی) کا ہی عکس و آہنگ لئے ہوئے ہے۔ شاہ صاحب نے غالباً عام قاریوں اور طلبا کی ضروریات کے تحت خطبۂ نبوی ﷺ کے اصل جملے نقل نہیں

کئے بلکہ صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

جنگ عظیم دوم کے بعد خطبۂ حجۃ الوداع کی ترتیب و تدوین کی ایک قابل ذکر پیش رفت اس وقت نظر آتی ہے جبکہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا مرتبہ "خطبات نبوی ﷺ" کا مختصر لیکن وقیع مجموعہ زیور طبع سے آراستہ ہوا (۴۵)۔ اور اس میں خطبہ حجۃ الوداع کے اصل متن کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی سنجیدہ کوشش کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع کے زیادہ سے زیادہ (یعنی تقریباً ۴۵) جملوں کو نقل کر دیا گیا ہے۔ البتہ ان جملوں کے درمیان مختصر تبصروں کے سبب خطبۂ نبوی ﷺ مربوط و مسلسل شکل اختیار نہ کر سکا (۴۶)۔ تاہم یہ کوشش ہر لحاظ سے قابل قدر قرار دی جائے گی۔ یہاں مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری کی کتاب وصایا مطبوعہ ادارہ مدنی، دار التالیف بجنور، یوپی ۱۳۶۲ھ طبع اول کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، جس میں خطبات حجۃ الوداع کے زیر عنوان اگرچہ عربی متن مع ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس کہ مکررات کے ساتھ ساتھ حسن ترتیب بھی نہیں اور حوالے بھی نامکمل ہیں (۴۷)۔ مولانا ابو الکلام آزاد کی مختصر لیکن اثر انگیز کتاب "انسانیت موت کے دروازہ پر" (۴۸) بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ اس کتاب میں مولانا موصوف نے حضور اقدس ﷺ کے آخری ایام حیات کا نقشہ کھینچتے ہوئے آپ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع کے اقتباسات کا اردو ترجمہ بھی اپنے جادو بیاں قلم اور جاندار تبصروں کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔ البتہ ان میں نہ عربی متن ہے نہ مآخذ و حوالہ جات، تاہم بعض نکتے خوب آ گئے ہیں (۴۹)۔

﴿۲﴾

قیام پاکستان کے بعد سے اب تک کے عرصے میں، جو پانچ چھ دہائیوں پر پھیلا ہوا ہے، سیرۃ النبی ﷺ پر مختلف النوع تصانیف کی کثرت نے یہ تقریباً ناممکن بنا دیا ہے کہ تمام نگارشات کو شمار کیا جا سکے۔ ایسا کرنا فی الوقت ہمارے موضوع کا براہ راست تقاضہ بھی نہیں۔ حجۃ الوداع کا واقعہ چونکہ حیات نبوی ﷺ کے بیان کا جزو لاینفک ہے۔ اس لئے سیرت نگاران مصطفی ﷺ نے اسے عام طور پر موضوع سخن بنایا ہے۔ البتہ اکثر و بیشتر بہت سرسری یا رسمی انداز سے، ورنہ خصوصی مطالعہ و توجہ خال خال ہے۔ بہر حال طوالت سے احتراز کرتے ہوئے ہم بطور خلاصہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی خطبۂ حجۃ الوداع کے خصوصی حوالہ سے نگارشات سیرت میں تین رجحانات واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں:

۱۔ اولاً ایسی نگارشات جن میں واقعۂ حجۃ الوداع کو مع خطبہ و احوال و واقعات، سرسری، رسمی، روایتی انداز سے بیان کر دیا گیا۔ نیز خطبے کے حوالے سے ان میں نہ کوئی نکتہ آفرینی، نہ تشریح و توضیح، یا

IslAlse

موازنہ و تقابل نہ کوئی اور خاص بات، بس زیادہ سے زیادہ اہتمام یہ کیا گیا کہ خطبۂ نبوی ﷺ کا خلاصہ، یا اس کا ترجمہ بھی شامل اشاعت کر دیا۔ بعض اوقات اگرچہ متن خطبہ کو بھی شامل کیا گیا لیکن وہ بھی اس طرح کہ یا تو حوالوں اور مآخذ کا بہت سرسری ذکر ہے یا بالکل نہیں ہے۔ اس کے بعد خطبے کی اہمیت و افادیت کو ایک آدھ صفحے میں نمٹا دیا گیا۔ سیرت نبوی ﷺ پر لکھی جانے والی کتابوں کی بڑی تعداد اسی زمرے میں شمار کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ یہاں بطور مثال ہم فقیر سید وحید الدین (۵۰) مولانا جعفر شاہ پھلواروی (۵۱) سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی (۵۲)، علامہ نصیر الاجتہادی (۵۳)، سید رضوان اللہ و انتظام اللہ شہابی (۵۴)، ڈاکٹر محمد عزیر (۵۵)، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر (۵۶)، مولانا ابو الحسن علی ندوی (۵۷)، جناب شمس بریلوی (۵۸)، آغا اشرف (۵۹)، حسن المرتضیٰ خاور (۶۰)، خالد علوی (۶۱)، اور منورہ نوری خلیق (۶۲)، وغیرہ کا نام لے سکتے ہیں، (۶۲، الف)

اسی قبیل کی ایک ضخیم کتاب جو ہادیِ اعظم ﷺ کے عنوان سے کچھ عرصے پہلے (زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی کی طرف سے ۱۹۹۱ء/۱۴۱۲ھ میں) شائع ہوئی اور جس کے مولف معروف بزرگ مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب کے صاحبزادے جناب سید فضل الرحمٰن صاحب ہیں، اس کتاب میں سیر و سوانح اور شمائل و تعلیمات نبوی کی دیگر تفصیلات کے ساتھ ساتھ بطور واقعہ حجۃ الوداع کے لئے مدینہ طیبہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی اور سفر وغیرہ کے بیان کے علاوہ خطبۂ حجۃ الوداع (۲۴۲ تا ص ۲۴۵) کا اردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے اور حاشیے میں ابن ہشام اور جمہرۃ خطب العرب کا حوالہ درج ہے، اس میں نہ کسی قسم کا متن شامل ہے اور نہ خطبے کی اہمیت وغیرہ سے بحث کی گئی ہے اور نہ بحیثیت منشورِ انسانیت کوئی ذکر ہے،

ایک اور تازہ ترین اشاعت پذیر ہونے والی سات جلدوں پر مشتمل حسن طباعت سے مزین کتاب ضیاء النبی ہے جس کے مصنف اور مولف ہیں جسٹس پیر کرم شاہ الازہری (شائع کردہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ذوالحجہ ۱۹۹۸ء/ ۱۴۱۸ھ) ضیاء النبی جلد چہارم میں حجۃ الوادع اور اس کے متعلقات پر دوسری بحثوں کے علاوہ میدان عرفات میں خطبۂ جلیلہ کا عربی متن (ص ۷۵۳ تا ۷۵۸) صرف ایک متاخر العہد عالم محمد بن یوسف الصالحی الشامی کی کتاب سبل الہدیٰ والرشاد سے ماخوذ ہے، نیز منیٰ میں خطبہ بھی (۷۶۵) اسی سے ماخوذ ہے البتہ خطبہ عقبہ کا متن (ص ۷۶۹ تا ۷۷۴) بلا حوالہ نقل کیا ہے۔ متن کے بالمقابل اردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ اس طرح گویا خطبۂ حجۃ الوادع بڑی حد تک جامع ہونے کے باوجود کئی ٹکڑوں میں ہے اور اصل مآخذ کی تصریح سے خالی ہے نیز بحیثیت منشورِ انسانیت اس پر گفتگو، دفعات وغیرہ

کی تحدید اور مربوط شکل میں اس کی پیشکش ممکن نہ ہو سکی۔

۲۔ ثانیاً ایسی نگارشات جن میں خطبۂ حجۃ الوداع کا تجزیہ، اس کی اہمیت و افادیت سے بحث اور تقابلی جائزہ وغیرہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں دو تین کتابیں بطور نمونہ پیش کی جا سکتی ہیں، ایک پہلی مگر مختصر اور دوسری بعد میں لیکن مفصل جبکہ تیسری اور زیادہ مفصل اور جدید العہد، پہلی کتاب ہے "رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی (۶۳) جس کے مصنف عہد حاضر کے مایہ ناز مسلمان محقق، اور یادگار سلف ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہیں۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے موضوع پر ۱۹۵۰ء میں لکھا ہوا (۶۴)، موصوف مرحوم (م ۲۰۰۲) کا ایک مضمون اسی کتاب میں شامل اشاعت ہے (۶۵) اور اس کا عنوان ہے "انسانیت کا منشور اعظم"۔ یہ عنوان اس پس منظر میں کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اس کی تحریر سے دو سال پہلے (۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو) انسانی حقوق کے عالمی منشور کی منظوری دے چکی تھی۔ گویا تازہ ہوا کا ایک جھونکا تھا۔ لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے خطبۂ نبوی ﷺ کی اس نئی اور پر وقت تعبیر کو صرف عنوان تک محدود رکھا اور خطبۂ نبوی ﷺ کے تقریباً ۱۶ جملوں کا محض اردو ترجمہ ہی نقل فرمایا جبکہ عربی متن کے لئے بعض مآخذ کی طرف اشارہ کر دینا ہی کافی سمجھا (۶۶)۔ کاش کہ وہ اقوام متحدہ کے "منشور انسانی" کے حوالے سے مفصل گفتگو فرماتے نیز متن خطبہ کی منتشر روایات کو بھی اپنے تبحر علمی، بالغ نظری اور جامعیت سے مرتب فرما دیتے تو یقیناً امت پر احسان ہوتا اور اہل علم رہنمائی پاتے (۶۷)۔

دوسری کتاب مولانا نعیم صدیقی کی "محسن انسانیت" (۶۸) ہے جس میں اگرچہ متن خطبہ تو نہیں دیا گیا لیکن خطبہ کے مضامین کی اردو ترجمانی بطریق احسن کی گئی ہے۔ اور اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ فاضل مصنف نے حجۃ الوداع کے واقعہ اور خطبہ کا ایک خاص نقطۂ نظر سے دیکھنے کے علاوہ خطبۂ نبوی ﷺ کی نوعیت و اہمیت اور اس کے دوسرے مختلف پہلوؤں پر بحث اور تجزیہ دوسرے مصنفین کی بہ نسبت زیادہ مفصل طریقے سے کیا ہے۔ چنانچہ وہ حجۃ الوداع کو "تحریک اسلامی کا اجتماع عظیم" (۶۹) اور خطبۂ نبوی ﷺ کو "اسلامی تحریک کا بین الاقوامی منشور" قرار دیتے ہیں (۷۰)، ان کے نزدیک خطبات عرفہ و منیٰ کئی حیثیتوں سے غیر معمولی حیثیت رکھتے ہیں (۷۱)۔ مولانا نعیم صدیقی کے بقول "بین الاقوامی منشور ہونے کے لحاظ سے ان خطبوں میں جو کچھ محسن انسانیت ﷺ نے پیش فرما دیا ہے۔ انسانی کاوشیں اس سے آگے کچھ سوچ نہیں سکیں۔ بلکہ کوئی دوسرا نظام تمدن وہ معیار انسانیت عملاً پیدا نہیں کر سکا جو اس منشور میں دیا گیا ہے۔" (۷۲) وہ پھر آگے لکھتے ہیں۔ "یہ منشور اسلام کا بنیادی منشور ہے اور اس کی طرف انسانیت کو بلایا جا سکتا ہے ان کلمات حقیقت افروز سے ہٹ کر زندگی کا جو نقشہ بھی بنایا جائے گا وہ غیر اسلامی ہوگا۔" (۷۳)

اس سلسلے کی تیسری کاوش جو اول الذکر دونوں کتابوں کے تقریباً ربع صدی بعد منظر عام پر

آئی وہ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی کی ضخیم کتاب ''محسن انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور انسانی حقوق'' (باستشہاد خطبۂ حجۃ الوادع) ہے (جو دارالاشاعت کراچی سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی) اس کے سرورق پر اور مقدمے (ص ۵۱) میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ اس میں اقوام متحدہ کے عالمی منشور انسانی حقوق اور مغرب کے افکار و تصورات کا تاریخی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ موضوع بحث کا تقاضہ تھا کہ کتاب میں خطبۂ حجۃ الوداع کی دستاویزی اہتمام سے پیش کی جاتی اور خطبۂ عظیم کا پورا متن بہ اہتمام صحت اور منشور نبوی بہ قید دفعات مرتب کیا جاتا، تاکہ جدید منشور حقوق انسانی سے مقابلہ و موازنہ بالکل متعین ہو جاتا، مگر یہ پہلو تشنہ رہ گیا ہے۔ نیز خطبۂ مبارکہ کو منشور انسانیت کی حیثیت سے پیش نہیں کیا گیا، تاکہ اس کی جامعیت اور پوری زندگی سے اس کی مطابقت ظاہر ہو جاتی اور یہ پتہ چل جاتا کہ خطبۂ نبوی میں عقائد و عبادات، معاش و معاد کے علاوہ حقوق و فرائض اور معیشت معاشرت سیاست و تمدن حیات کے ہر پہلو سے رہنمائی موجود ہے، بلکہ محض منشور حقوق انسانی ہی گردانا گیا۔ کتاب مذکورہ تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اور مختلف عنوانات کے تحت سات ابواب میں منقسم ہے۔ مفید معلومات اور ضروری مواد اچھا خاص پایا جاتا ہے، مگر افسوس کہ پھیلاؤ بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے قاری کا ذہن مرتکز نہیں ہوتا اور جگہ جگہ نکات، بیانات، اقتباسات کی تکرار کے سبب تاثر خوشگوار نہیں ہو سکتا، اس تکرار کی زد میں خطبۂ حجۃ الوداع بھی آ گیا ہے۔ حالانکہ مولف کی پوری کتاب اس خطبے کے استشہاد پر مبنی قرار دی گئی ہے اور ضروری تھا کہ خطبے کی تلاش و جستجو احتیاط سے کی جاتی اور نقل و ترتیب میں پوری توجہ برتی جاتی، خطبۂ مبارکہ کی عربی عبارت دو جگہ اور اردو ترجمہ بھی دو مقامات پر اور کئی جگہ اقتباسات بھی۔ مثلاً، فرضیت حج اور حجۃ الوداع کی دوسری بحثوں (ص ۵۸ تا ۶۱) کے بعد پہلے حجۃ الوداع کا آنکھوں دیکھا حال صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ کی طویل روایت کے تحت (ص ۶۲ تا ۶۶) بیان کیا گیا جس میں خطبۂ نبوی بھی شامل ہے۔ پھر اردو ترجمہ (۶۶ تا ۸۲) دیا گیا ہے۔ بعد ازاں اگلے صفحات میں خطبے کے عربی اقتباسات مع اردو ترجمہ کچھ تشریحات کے ساتھ (۸۶) تا ۹۵) نقل کئے گئے جبکہ مزید اگلے صفحات میں (تکرار کی دھند میں) خطبۂ حجۃ الوادع کا تعارف (ص ۹۶ تا ۹۷) پھر سے پیش کرنے کے بعد متن خطبۂ حجۃ الوداع (ص ۹۸ تا ۱۰۴) جناب صبا ردانش کے مرتبہ آٹھ ورقی کتابچے (شائع کردہ صدیق ٹرسٹ کراچی، ت ط ن۔ سلسلہ اشاعت نمبر ۹۶۵) سے من و عن نقل کر دیا ہے۔ پھر اور آگے اردو ترجمہ مکرر (ص ۱۰۵ تا ۱۱۴) شامل ہے۔ جناب صبا ردانش نے متن خطبہ ایک طرح سے تو مربوط و مسلسل شکل میں لیکن فی الواقع الگ الگ ٹکڑوں میں عنوانات کے تحت جمع کر دیا ہے،

علاوہ ازیں ماخذ و مصادر کا متعین حوالہ نقل نہیں کیا، جس سے اندازہ ہوتا کہ خطبے کا کون سا حصہ کس کتاب سے ماخوذ ہے، بس خطبے کے آخر میں ۱۹ مآخذ کی مجموعی فہرست دے دی گئی ہے۔ صبا ر دانش صاحب کے کتابچے سے ماخوذ متن خطبہ میں ایسے جملے بھی شامل ہو گئے ہیں جو حدیث جابر میں موجود نہیں نیز یہ جملے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائے تھے (دیکھئے: یامعشر قریش ص ۹۹، نیز یامعشر القریش ص ۱۰) جس کا ثبوت ثانی صاحب نے حضور ﷺ کے خطبۂ فتح مکہ پہ تکرار نقل کرتے ہوئے خود (ص ۷۰، ۲۶۹ اور ۷۴، ۲۷۳) پر دے دیا ہے۔ تکررات کی مزید مثالوں کے لئے دیکھئے ص ۸۴ اور ۱۱۷، ص ۴۷ اور ۸۳، ص ۸۳ اور ۱۱۵، ص ۱۲۱ تا ۱۲۴۔ نیز ۱۵۲۔ ۱۵۱ اور ۶۴، ۱۶۳، ص ۱۵۶ اور ۱۶۷، ۱۳۷ اور ۱۵۲، ۱۵۷، ۱۵۲ اور ۷۰، ۱۶۸، ص ۲۲۰ اور ص ۲۳۱ وغیرہ وغیرہ، کتاب تکررات کو حذف کر کے اور نظر ثانی کے بعد مفید تر ثابت ہو سکتی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بعض مجلّہ جات کے خصوصی شماروں کا حوالہ ناگزیر ہے جن میں سے ایک ماہنامہ فاران کراچی کا سیرت نمبر انتہائی قابل ذکر ہے جو جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے سلسلے میں دو مضامین خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔ پہلا مضمون مشہور مورخ اور محقق پروفیسر خلیق احمد نظامی کی فکر کا نتیجہ ہے اور اس کا عنوان ہے ''حضور سرور کائنات کا آخری خطبہ اور اس کی تاریخی اہمیت''۔ (۷۴) اس مضمون میں پورا خطبہ اور اس کا متن ایک جگہ نقل نہیں کیا گیا بلکہ الگ الگ فقروں کو الگ الگ بیان کر کے تشریح کی گئی ہے۔ مضمون میں پہلے پانچ جملے منتخب کئے گئے ہیں (ص ۵۰۔ ۱۴۹) اور پھر اس کے بعد تاریخی منظر و پس منظر (ص ۱۵۱ تا ص ۱۵۳) سے بحث کی گئی ہے۔ جو خاصے کی چیز ہے۔ اس کے بعد عربی متن کے بجائے صرف اردو ترجمہ دیا گیا ہے اور مجملاً حوالے بھی مذکور ہیں۔ فاران (سیرت نمبر) کا دوسرا مضمون مسٹر ناتھ رام کے قلم سے ہے جس کا عنوان ہے ''فصاحت و بلاغت کی معراج''۔ (۷۵) اس خطبے کی فصاحت و بلاغت پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے ابن ہشام کے حوالے سے خطبے کا مکمل متن نقل کر دیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مضمون بہت قیمتی ہو گیا ہے۔

دوسرا مجلّہ خاتون پاکستان کا عظیم رسول نمبر (مرتبہ شفیق بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء ہے۔ جس میں مولانا غلام رسول مہر کا ایک مفصل مضمون بعنوان ''رسول اکرم کا آخری حج'' (ص ۱۵۴ تا ص ۱۵۹) شائع ہوا۔ حجۃ الوداع اور متعلقات کے علاوہ خطبۂ حجۃ الوداع پر بھی مختلف ذیلی عنوانات عالمگیر مساوات (ص ۱۵۶) اسلامی اخوت (ص ۱۵۷) امن و سلامتی کی راہ (ص ۱۵۸) گمراہی سے بچنے

کا وسیلہ (ایضاً) اور تکمیل دین (ص ۱۵۹)) قائم کر کے خطبۂ نبوی ﷺ کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں اور توضیحی گفتگو بھی، لیکن افسوس تشنگی وہی ہے یعنی نہ متن نہ حوالے۔

تیسرا قابل ذکر مجلّہ اور مشہور معروف ادبی جریدہ ''نقوش لاہور کا عظیم الشان رسول نمبر ہے۔ یہ رسول نمبر اپنے فاضل مدیر اور صاحب طرز ادیب، محمد طفیل صاحب مرحوم کی حُسن نیت کا شاہکار اور ان کی محبت رسول کا آئینہ دار ہے اہل علم و تحقیق کے لئے بہترین مواد کا حامل اور معیار و انتخاب، ترتیب و تنسیق آرائش و تزئین اور حسن طباعت و اشاعت کا حسین مرقع ہے نیز ہر لحاظ سے معرکۃ الآرا نمبر ہے بلکہ مجلّات کی عالمی تاریخ میں اسے یقیناً انفرادیت حاصل ہے نقوش کا یہ رسول نمبر سیرت نبوی اور اس کے متعلقات پر ضخیم ترین رسالہ ہے جو بڑے سائز کی ۱۳ جلدوں پر مشتمل اور کم و بیش دس ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ البتہ افسوس یہ ہے کہ شاید ہجوم کار میں خطبۂ حجۃ الوداع کا موضوع مدیر محترم کے نزدیک قرار واقعی اہمیت نہ پا سکا اور تشنگی باقی رہ گئی۔ چنانچہ اس موضوع پر پہلے تو جلد دوم میں (شمارہ ۱۳۰ جنوری ۱۹۸۳ء ادارہ فروغ اردو لاہور ص ۳۵ تا ۳۹) متن خطبہ مع اردو ترجمہ (پرانا مضمون مکرر) دیا ہے اور پھر جلد چہارم میں ۲ مضامین مزید شامل کر دیئے ہیں۔ ایک ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کا مضمون ''انسانیت کا منشور آزادی'' (۴۶، ۳۴۳) اور دوسرا مولانا غلام رسول نمبر کا ایک پرانا مضمون (مطبوعہ خاتون پاکستان رسول نمبر ۱۹۶۴ء) بعنوان حجۃ الوداع (۴۷ تا ۵۲)، لیکن دونوں مضامین میں یہ قباحت مشترک ہے کہ نہ تو ان میں متن پایا جاتا ہے اور نہ حوالے مذکور ہیں۔ خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت اور اس کے سوا کا فاضلانہ تجزیہ بہر حال پیش کیا گیا ہے۔

(iii) ثالثاً عام کتب سیرت (جن میں حجۃ الوداع کے واقعات احوال اور خطبات کا حوالہ یا خلاصہ یا اشارات پائے جاتے ہیں) کے علاوہ خطبہ حجۃ الوداع کے متن کی ترتیب و تدوین اور اس کے مندرجات و مضامین پر مشتمل الگ مستقل کتاب یا کتابچہ کی شکل میں جو کوششیں بزبان اردو منظر عام پر آئیں، ان کے ذکر سے پہلے انگریزی زبان کی ایک سنجیدہ اور وقیع علمی کاوش کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کا نام The orations of muhammad(S.A.W) تھا (خطبات رسول)۔ ایک مختصری کتاب جسے ۱۹۵۴ء میں شیخ محمد اشرف لاہور نے شائع کیا اور جس کے مولف و مرتب ممتاز المحدثین مولانا عبید الاکبر تھے۔ یہ درحقیقت وہ مقالہ تھا جسے ایم اے کی سند کی تکمیل کے لئے کلکتہ یونیورسٹی میں مشہور عالم پروفیسر ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی صاحب کی زیر نگرانی ۱۹۴۴ء میں پیش کیا گیا۔ اس کتاب میں خطبہ حجۃ الوداع کا اصل متن (عربی) الگ الگ ٹکڑوں میں انگریزی ترجمہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور بعض ایسے نادر جملے بھی شامل اشاعت ہوئے جو بعد میں کسی اور نے نقل نہیں کئے۔ تاہم افسوس یہ ہے کہ خطبات عرفات و منیٰ کے آخر میں مآخذ کی مجموعی فہرست تو دی گئی ہے تاہم خطبہ میں شامل متن / جملوں کا الگ الگ حوالے یا مآخذ

کا التزام نہیں کیا گیا۔ بہر حال متن خطبۂ نبوی ﷺ کی ترتیب کے ضمن میں یہ اولین کوشش انتہائی قابل قدر ہے، ہمارے سامنے اس کا دوسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۶۶ء میں شیخ محمد اشرف لاہور نے شائع کیا۔

بہ زبانِ اردو سب سے زیادہ قابل ذکر کوشش وہ ہے جو ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی کے علم دوست سربراہ حکیم محمد سعید صاحب کی طرف سے ہوئی، چنانچہ موصوف نے تبلیغی مقاصد سے ۱۶ سطری تمہید کے ساتھ خطبۂ حجۃ الوداع کی اشاعت کا الگ انتظام ایک ۸ ورقی کتابچے کی صورت میں کیا جس پر تاریخ طبع درج نہیں غالباً ۱۹۶۸ء میں طبع ہوا، اس کتابچے میں خطبے کے عربی متن کی تدوین مفتی محمد شفیع صاحب دارالعلوم کراچی کی زیر نگرانی ہوئی جبکہ اس کے بالمقابل اردو (از حکیم محمد نعیم الدین زبیری صاحب) بنگالی (از حکیم عبدالمنان صاحب) اور انگریزی ترجمہ (از فضل احمد صدیقی صاحب) بھی شائع کیا گیا۔ کتابچے کے آخری صفحہ پر یہ درج تھا: ''میدانِ عرفات میں جبل رحمت سے تمام عالم کے لئے اور تعمیر انسانیت کے لئے منشور جاری ہوا، ہمدرد اس انسانی منشور (ہیومن چارٹر) کو آپ تک پہنچانے کا فرض ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے''۔

ہمدرد کے شائع کردہ اسی متن کو محض ایک دو ابتدائی جملوں کے فرق کے ساتھ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے شعبۂ دعوت وارشاد نے (غالباً پہلے) انگریزی ترجمہ کے ساتھ ایک الگ کتابچے کی شکل میں (جس پر سن اشاعت درج نہیں) اور پھر (بعد میں) اسی متن کو مولانا محمد میاں صدیقی صاحب کے اردو ترجمہ وشرح کے ساتھ ایک مستقل حیثیت سے (۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۵ میں دوبارہ) شائع کیا۔ علاوہ ازیں ہمدرد کے شائع کردہ متن خطبہ کا اردو ترجمہ کراچی پورٹ ٹرسٹ کی طرف سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہونے والے کیلنڈر کی بھی زینت بنا۔ اور اسی سال شائع ہونے والے نقوش لاہور کے رسول نمبر ج۲، ص ۳۵ تا ص ۳۹ ۷ میں بھی (متن خطبہ مع ترجمہ، من وعن) نقل کر دیا گیا ہے۔

جہاں تک خطبہ حجۃ الوداع کے متذکرہ بالا متن کا تعلق ہے (جسے پہلے پہل ہمدرد نے اور پھر ادارہ تحقیقات اسلامی وغیرہ نے شائع کیا) اس میں اور باتوں کے علاوہ (۷۶) علمی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے سب سی بڑی قباحت یہ ہے کہ کسی بھی اشاعت میں نہ تو مآخذ کا حوالہ دیا گیا ہے اور نہ سند واسناد مذکور ہیں۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کی اردو اشاعت کے دیباچے میں اگرچہ یہ تحریر ہے کہ ''خطبۂ حجۃ الوداع کا مکمل'' متن کسی ایک کتاب میں دستیاب نہیں، اس کے مکمل متن کے حصول کے لئے ہم نے مقدور بھر کاوش کی ہے۔ ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن کے شائع کردہ متن کے علاوہ حدیث اور سیرت کی مستند کتابوں سے بھی رجوع کیا ہے اور ان کی مدد سے اس کو مکمل کرنے کی کوشش کی ہے (ص۴) لیکن افسوس کہ پوری کتاب میں کہیں یہ تصریح موجود نہیں کہ متن خطبہ کہاں کہاں سے لیا گیا ہے؟ اور کس جملہ کی سند کہاں ہے؟ کتابیات کے تحت

ص ۵۸ پر محض یہ لکھ دینا کافی سمجھا گیا کہ ”خطبہ حجۃ الوداع کا متن حسب ذیل کتب سے لیا گیا ہے“۔

اس متن میں شامل کم از کم دو جملے یعنی (۱) **یا معشر قریش لا تجیئوا بالدنیا تحملونها علیٰ رقابکم و یجئی الناس بالآخرۃ فلا اغنی عنکم من اللہ شیئا** اور (۲) **یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالآباء** (۷۷)۔ سخت الجھن و اضطراب پیدا کرتے ہیں۔ ہماری معلومات کی حد تک مہمات کتب حدیث، صحاح ستہ، موطا امام مالک، مشکوٰۃ، وغیرہ اور سیر و تاریخ کی کسی کتاب میں خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالہ سے یہ جملے منقول نہیں۔ صرف ایک جگہ الہیثمی (م ۸۰۷ھ) نے پہلا جملہ باب الخطب فی الحج کے تحت ایک روایت میں ذکر کیا ہے۔ لیکن جس طرح نقل کیا ہے وہ بجائے خود اسے درجۂ استناد سے گرا دیتا ہے (۷۸)۔ چنانچہ روایت کے مطابق کچھ لوگ ایک صحابیِ رسول کے پاس پہنچے اور ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: **قلنا قوم من اھل البصرۃ بلغنا ان لک صحبۃ من الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم صحبت رسول اللہ و قعدت تحت منبرہ یوم حجۃ الوداع فصعد المنبر فحمد اللہ واثنیٰ علیہ و قال یا معشر قریش! لا تجیئوا بالدنیا تحملونها علیٰ رقابکم و تجئ الناس بالآخرۃ فانی لا اغنی عنکم من اللہ شیئا ...... قلنا ما اسمک قال انا العداء بن خالد بن عمرو**۔ پھر اس روایت کے آخر میں الہیثمی خود تحریر کرتے ہیں کہ **رواہ الطبرانی فی الکبیر باسانید ھذا ضعیف** (۷۹)۔ اس روایت میں راوی کے بیان کے مطابق منبر پر رونق افروز ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب فرمانا بجائے خود محل نظر ہے کیونکہ تمام محدثین، مورخین اور اصحاب سیر کے مطابق یہ مسلمات میں داخل ہے کہ خطبۂ حجۃ الوداع حضور ﷺ نے اپنی اونٹنی قصواء پر جلوہ فرما ہو کر ارشاد فرمایا تھا نہ کہ منبر سے (۸۰) منبر کا تلازم یہ ثابت کرتا ہے کہ دونوں جملے غالباً کسی اور موقع و محل سے تعلق رکھتے ہیں، خطبۂ حجۃ الوداع سے نہیں۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ خطبۂ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کا تخاطب عام تھا یعنی تمام انسانوں سے تھا۔ اور جملہ مورخین، محدثین و اصحاب سیر نے جو بھی اقتباسات نقل کئے ہیں اس میں ”**ایھا الناس**“ کی تکرار بلا استثناء اتنی بار آئی ہے کہ گویا وہ ہر جملہ کا منادیٰ ہے۔ یوں بھی حجۃ الوداع کے خطبے کا تمام تر مضمون چونکہ پوری انسانیت کے لئے آخری نبوی ﷺ وصیت کا مصداق ہے اس لئے ایسے موقع پر ”**یا معشر قریش!**“ کے حوالہ سے متذکرۃ الصدر دونوں جملے خطبۂ حجۃ الوداع کی قبائے زریں میں پیوند معلوم ہوتے ہیں (۸۱)۔

ہمارے نزدیک آثار و قرائن کا اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ یا معشر قریش سے ملحق دونوں جملے غالباً فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائے گئے۔ فتح مکہ کے خاص موقع و محل کی روشنی میں یہ دونوں

جملے اس موقع پر ارشاد فرمائے گئے خطبۂ نبوی ﷺ کے مضامین اور اپنے منظر و پیش منظر سے واقعتاً حد درجہ مطابقت و مشابہت رکھتے ہیں۔ چنانچہ زیر بحث دونوں جملوں میں سے کم از کم ایک جملہ فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائے گئے خطبۂ نبوی ﷺ میں شامل ہے۔ ابن ہشام کے مطابق: **ان رسول الله قام علی باب الکعبة فقال : لا اله الا الله وحده' لا شریک له صدق و عدهٗ و نصر عبده و هزم الاحزاب و حدهٗ. (الا کل ماثرة اودم اومال یدّعی فهو تحت قدمی ها تین الا سدانة البیت و سقایة الحاج الا وقتیل الخطاء شبه العمد بالسوط و العصاء ففیه الدّیةُ مغلّظة مئة من الابل اربعون منها فی بطونها اولادها، یا معشر قریش انّ الله قد (أذهب عنکم نخوة الجاهلیة و تعظمها بالآباء، الناس من آدم و آدم من تراب ثم تلا هذه الآیة (یا یها لناس انا خلقنا کم من ذکرو انثیٰ و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا. ان اکرمکم عندالله اتقاکم)** (۸۲)۔

دوسرے جملہ (**یا معشر قریش لا تجینوا بالدنیا .... الخ**) کا حوالہ راقم الحروف کو الہیثمی کے متذکرہ حوالے کے علاوہ کہیں اور نہیں مل سکا۔

مختصر یہ کہ خطبۂ حجۃ الوداع کے جس متن کی اشاعت ادارہ ہمدرد کی طرف سے ہوئی تھی اور جسے دوسرے اداروں کی اشاعتوں میں بھی نقل کیا گیا وہ علمی اور تحقیقی اعتبار سے بہت تشنہ تھا۔ اور ضرورت اس بات کی تھی کہ متن کے اعتبار سے بھی خطبہ کو مکمل کیا جاتا اور حوالوں اور اسناد کے لحاظ سے بھی۔ بہرحال کچھ پیش رفت اس سلسلے میں یوں نظر آئی کہ ادارہ مطالعہ و تحقیق لاہور کی طرف سے یہی خطبۂ حجۃ الوداع سترہ صفحات پر مشتمل ایک الگ کتابچے کی شکل میں دو صفحاتی کلماتِ تعارف کے ساتھ شائع ہوا۔ (کتابچے پر تاریخ طبع موجود نہیں اور ناشر کی حیثیت سے عطیہ منجانب اختر بیگم کراچی درج ہے)۔

یہ کتابچہ اس لحاظ سے وقیع ہے کہ اس میں بحوالہ تعارف "خطبے کی منتشر روایات کو برآمد کر کے مرتب کرنے اور عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ" (۸۳) کے ساتھ ساتھ حوالوں کا بھی بندوبست کیا گیا اور خطبے کو ایک مربوط کلام کی طرح پیش کیا گیا۔ تاہم یہ مجموعہ بھی مزید تحقیق و تنقیح چاہتا تھا مثلاً مکررات کو حذف کیا جاتا، اسناد اور حوالوں کو مکمل کیا جاتا اور ضروری حواشی تحریر کیے جاتے۔

اس سلسلے میں ایک اور اچھی کوشش ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کی کتاب "فصاحت نبوی ﷺ" (۸۴) میں کی گئی۔ اس میں نہ صرف یہ کہ خطابت، فصاحت نبوی ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر مجموعی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بلکہ خطبۂ حجۃ الوداع کا متن بھی مختلف مآخذ سے اخذ کر کے مربوط شکل

میں پیش کر دیا ہے ۔ البتہ تشنگی اس اعتبار سے ہے کہ:

(ا) آغاز خطبہ میں مآخذ کی ایک مجموعی سرسری فہرست تو دے دی گئی ہے لیکن یہ تصریح نہیں کی گئی کہ خطبہ کا کون سا جزو کس کتاب سے ماخوذ ہے (۸۵)

(ب) مصادر میں صرف کتب تاریخ وسیر کو شامل کیا گیا لیکن کتب احادیث سے تعرض نہیں کیا گیا (۸۶)

(ج) اس خطبہ عظیم کے مضامین ومندرجات کے حوالے سے اہمیت وافادیت پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی

یہاں اپنی گفتگو کے اختتام سے پہلے دو ایسی کتابوں کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جنہیں اگرچہ کسی خاص درجہ بندی کے تحت شمار کرنا تو مشکل ہے تاہم انہیں نظر انداز بہرحال نہیں کیا جا سکتا ۔ ان میں سے پہلی کتاب علامۃ الشیخ محمد یوسف کاندھلوی صاحب (م ۱۹۶۵ء) کی ضخیم عربی تصنیف ''حیاۃ الصحابۃ'' ہے (۸۷) اپنے موضوع بحث کے اعتبار سے تو یہ کتاب صحابۂ کرامؓ کے سبق آموز حالات وواقعات کا مجموعہ متصور ہوتا ہے لیکن اس میں درحقیقت مختلف النوع موضوعات کے تحت ترتیب بیان میں سیرۃ النبوی ﷺ کے لاتعداد احوال ومناظر بھی سمٹ آئے ہیں ۔ چنانچہ کتاب کے آخر ابواب میں جہاں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور صحابہؓ کے خطبات کا ذکر ہے ۔ علامۃ الشیخ نے پہلے ترجیحاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کے بیان میں خطبۂ حجۃ الوداع کی اکثر وبیشتر روایات کو نہ صرف یہ کہ جمع کر دیا ہے بلکہ بقدر ضرورت حوالوں اور تخریج احادیث سے مرصع کر کے اسے ایک یادگار علمی دستاویز بنا دیا ہے ۔ کاش موصوف حوالوں کی تفصیل اور تکرارات کو حذف کر کے خطبۂ نبوی ﷺ کو مربوط ومنظم شکل میں مرتب فرما دیتے تو امت پر احسان ہوتا ۔

دوسری کتاب مولانا محمد میاں صدیقی صاحب کی مرتب کردہ ''خطبات رسول ﷺ'' کا تذکرہ بھی کئی وجوہ سے اہم ہے (۸۸) ۔ اولاً یہ کہ ۱۹۸۸ء میں (غالباً وزارت امور مذہبی حکومت پاکستان کی جانب سے) اسے سیرت ایوارڈ ملا ۔ ثانیاً خطبات نبوی ﷺ کے سلسلۂ تصانیف میں بہ زبان اردو یہ کتاب غالباً تازہ ترین پیش کش کی حیثیت رکھتی ہے اور ثالثاً ہمارے متذکرہ بالا تینوں رجحانات کی بیک وقت نمائندگی ایک حد تک اس کتاب سے بھی ہو جاتی ہے ۔ علاوہ ازیں یہ کتاب ملک کے متقدر عالم ومحقق جناب ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب (سابق ڈائریکٹر جنرل ۔ ادارہ تحقیقات اسلامی ۔ اسلام آباد) کے فاضلانہ ''پیش لفظ'' سے بھی آراستہ ہے ۔

ڈاکٹر زمان صاحب کا یہ ''پیش لفظ'' اگرچہ زیادہ طویل نہیں (بمشکل کتاب کے آٹھ صفحات تک محدود ہے) ۔ تاہم دریا بہ کوزہ کے مصداق جامع، معلومات افزا اور اہم مباحث پر مشتمل ہے ۔ نیز اس میں مصنف علام نے مستشرقین کے بعض تسامحات کے علاوہ خطبات نبوی ﷺ کے حوالے سے متعدد

تصانیف کا ایک جائزہ بھی پیش کر دیا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایرانی فاضل اور صاحب طرز ادیب ابو القاسم پایندہ کی کتاب ''نہج الفصاحۃ'' کا تعارف اور ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے حوالے سے بعض قدیم مولفات کی فہرست اور پاکستان میں شائع ہونے والی چند مطبوعات پر تبصرہ خاص الخاص ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے نزدیک مولانا عبید الاکبر، مولوی عبداللہ خان (۹۰) علامہ نصیر الاجتہادی، اور ابو القاسم پایندہ وغیرہ کی نگارشات میں پائی جانے والی ''سب سے بڑی خامی'' یہ ہے کہ خطباتِ نبوی ﷺ کی نقل و روایت میں ''منتخب متون کے مصادر کا حوالہ بالالتزام نہیں دیا گیا'' (ص ۵، ۷) جبکہ پروفیسر امتیاز احمد سعید کی تالیف (۹۱) ''خطبات رسول ﷺ'' میں ''رسول کریم ﷺ کے ارشادات سے ۱۶۲ اقتباسات کا صرف اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔'' (ص ۶) پیش لفظ کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے مولانا محمد میاں صدیقی اور ان کی کتاب ''خطباتِ رسول ﷺ'' پر بھی (دو پیراگراف میں) اظہار خیال فرمایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بقول ''اس مجموعہ میں کل ۲۹ خطبات شامل ہیں (۹۲)۔ آغاز صفا کی پہاڑی کے مشہور خطبے سے ہوتا ہے، حجۃ الوداع اور غدیر خم کے خطبات تاریخی و منطقی ترتیب سے آخری حصے میں شامل ہیں۔ خطبات کے عربی متون احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں'' (ص ۷، ۸)

پیش لفظ کے بعد جب ہم اصل کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو عجیب و غریب صورت حال سامنے آتی ہے۔ ڈاکٹر زمان صاحب نے دوسری متعدد کتابوں کا سب سے بڑا نقص یہ بتایا ہے کہ ان کے منتخب متون میں حوالوں کا التزام نہیں۔ ہمیں یہ کہتے ہوئے سخت افسوس اور تعجب ہے کہ یہی نقص اس کتاب میں بدرجہ اتم موجود ہے اور نہ صرف یہ کہ علمی، تحقیقی، تیکنکی اعتبار سے حوالے کمزور اور نامکمل ہیں بلکہ (i) کتاب میں دو خطبات (خطبہ: ۲۲: خطبۂ نکاح اور خطبہ: ۲۹: فضیلتِ انصار) کے سلسلے میں کوئی حوالہ درج نہیں۔ (ii) حوالوں میں متعدد پہلوؤں سے سخت ناہمواری ہے (iii) مصادر میں متفرق طور پر چھوٹی بڑی ہر قسم کی کتابیں، رسالے، عربی اردو تفاسیر، کتب تاریخ سیر و رجال اور مجموعہ ہائے خطبات شامل ہیں (۹۱)۔ نیز (iv) پوری کتاب میں حیرت انگیز طور پر سب سے کم حوالے کتب احادیث سے دیئے گئے ہیں۔ اور جو ہیں وہ بھی نامکمل، چنانچہ ۳۰ خطبات میں سے صرف ۱۳ خطبات میں کتب و شروح احادیث کے حوالے تلاش کئے جا سکے۔

جہاں تک خطبۂ حجۃ الوداع کا تعلق ہے، اس کتاب میں اس کا متن (خطبہ: ۲۷، ص ۱۵۵ تا ۱۶۱) کم و بیش وہی ہے جو ادارہ تحقیقات اسلامی سے ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۵ء میں دو بار مرتب کتاب ہذا یعنی مولانا محمد میاں صدیقی صاحب کے اردو ترجمے و شرح کے ساتھ شائع ہو چکا ہے (تقریباً یہی متن اس سے پہلے ہمدرد بھی شائع کر چکا تھا)۔ اور اس متن کی قباحتیں ہم پچھلے صفحات میں تفصیل سے بتا چکے ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع کی علیحدہ ایک مستقل کتابچے کی شکل میں تازہ ترین کوشش (مئی ۱۹۹۵ء/ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ میں) جناب سید فضل الرحمٰن صاحب کی جانب سے کی گئی۔ کتابچہ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی نے شائع کیا۔ کتابچہ ضخامت میں ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے، ابتدائی ۱۳ صفحات میں (غالباً بطور مرتب) ایک مقدمہ لکھا گیا ہے، اور پھر اگلے ۲۷ صفحات (ص ۱۴ تا ۴۱) میں خطبۂ حجۃ الوداع کا عربی متن اور بالمقابل اس کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

خطبۂ حجۃ الوداع اگر مقدمے کے بغیر شائع کیا جاتا تب بھی اس کی افادیت میں فرق نہ آتا، بہر حال مقدمے میں بہت اختصار کے ساتھ بعثت نبوی ﷺ سے لیکر واقعۂ حجۃ الوداع تک تاریخ سیرت کے بعض اہم اور چنیدہ واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے، لیکن پورا بیان ایسے عمومی تاثرات پر مبنی ہے جو عوام الناس میں تو معروف و متداول ہیں، لیکن فی زمانہ علم و تحقیق کے معیار اور واقعات و حقائق سے انکی مطابقت نہیں پائی جاتی، یہ صورت حال کافی مقامات پر ہے۔ مثلاً یہی بات کہ مخالفت قریش کی وجوہ میں علی الاطلاق، بنو ہاشم، بنوامیہ کو حریف قرار دے کر سب سے زیادہ مخالف اسلام خاندان بنوامیہ کو قرار دینا خلاف حقیقت ہے (دیکھئے ص ۴) حالانکہ سب سے زیادہ حریف و معاند خاندان بنومخزوم تھا جس کا سردار ابو جہل سربراہ رہ وہ کٹر مخالفین میں سے تھا اور شخصی اعتبار سے شدید ترین مخالف خود خاندان بنو ہاشم میں موجود آنحضور ﷺ کا سگا چچا ابولہب تھا جس کی مذمت میں سورۃ اللہب کا نزول برہان قاطع ہے۔

مقدمہ میں ایک اور خاص بات یہ نظر آتی ہے کہ تاریخ سیرت کے کم و بیش تمام حالات و واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے فاضل مرتب نے شاید غایت احتیاط کی بنا پر سن و سال، تاریخ اور تعیین زمانہ کا تکلف نہیں برتا؟ ہاں البتہ مضمون کے آخر میں واقعۂ حجۃ الوداع سے دیگر کو مربوط کرنے کے لئے مرتب نے اپنے بیان میں سن و سال کا سہارا لیا ہے۔ اور لکھا ہے" اور آپ نے مکہ کو بڑی آسانی سے ۸ھ (کے آخر میں؟) فتح کرلیا، فتح مکہ کے بعد بروایت مشہور ۹ھ میں حج فرض ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ کے بجائے ۱۰ میں حج ادا فرمایا"۔ (ملاحظہ ہو ص ۸)

خطبۂ حجۃ الوداع "بہت طویل خطبہ تھا" (ص ۱۱) فاضل مرتب اس کے بارے میں دوران حج مختلف خطبوں کی نشاندہی کرنے کے بعد رقمطراز ہیں "ان تمام مواقع کے خطبوں حجۃ الوداع شمار کیا جاتا ہے" (ص ایضاً) نیز فرماتے ہیں، "اس کتابچے میں حجۃ الوداع کے موقع پر دیئے گئے مختلف خطبوں کی مختلف روایات کو جمع کر کے ان کو ایک مربوط خطبے کی شکل دی گئی ہے۔ (۱۳)

کتابچے میں خطبۂ عظیم کو کل ۳۷ پیراگرف میں نقل کیا گیا۔ ہر پیراگراف کے اختتام پر اس کا ماٰخذ درج ہے۔ مجموعی طور پر یہ تقریباً ۴۴۴ جملوں، سطروں پر مشتمل ہے لیکن قباحت یہ ہے کہ اس میں سب کچھ آپس میں گڈمڈ ہے۔ منیٰ، مزدلفہ، عرفات، جمرہ عقبہ حتیٰ کہ فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائے گئے جملے بھی داخل ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفری روداد، آپ کے قیام، قعود، سکوت، تقریر، نشست و برخاست وغیرہ کا آنکھوں دیکھا حال اور آپ ﷺ پر اور مخاطبین پر گذرنے والی کیفیات کے علاوہ موقع بہ موقع حجاج وزائرین صحابہ کے سوالات، آپ کے جوابات اور وقتاً فوقتاً اٹھنے والے مسئلے مسائل پر آپ کا فتویٰ یا تبصرہ وغیرہ وغیرہ بھی کچھ شامل ہے۔ چنانچہ عبارتوں کا دروبست، ان کی داخلی شہادتیں اور خطبات جو بطور خطبہ صادر ہوئے اور جو بطور اصول، ہدایت، دفعہ، منشور انسانیت میں جگہ پانے کے مستحق ہیں، ان کی تعداد، ۱۷۱ جملوں، سطوروں) میں شمار کی جا سکتی ہے، اور زوائد ۲۷۲ کے لگ بھگ ہیں۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بحالت موجودہ متن خطبہ کے بارے میں کافی غور وفکر اور تنقیح و تحقیق کی ضرورت ہے خصوصاً اس انداز میں کہ اسے دنیا کے سامنے منشور انسانیت کے عنوان سے پیش کیا جا سکے۔

جہاں تک ماٰخذ کا تعلق ان کی کل تعداد ۱۲ یعنی ایک درجن ہے۔ صحاح ستہ میں سے (بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد کو) ۱۱ پیراگراف میں استعمال کیا گیا ہے، سب سے زیادہ مسند احمد (۱۱ پیراگراف) اس کے بعد خطبات محمدی (۷ پیراگراف) جمہرہ خطب العرب (۵ پیراگراف) اور الترغیب و الترہیب سے (۵ پیراگراف) ماخوذ ہیں جبکہ سیرت ابن کثیر سے (صرف ایک جگہ) مصنف عبدالرزاق سے (صرف ایک جگہ) الوثائق السیاسیۃ سے (صرف تین جگہ) استفادہ کیا گیا ہے۔ جبکہ بخاری و مسلم سے ملا جلا کر کل ۱۸ جملے منقول ہیں۔ بہرحال غالب طور پر اصل ماخذ دو ہیں ایک جمہرۃ خطب العرب اور دوسرے خطبات محمدی، ہذا من عندی والعلم عند اللہ وما توفیقی الا باللہ۔

﴿۷﴾

اب تک دوسری زبانوں میں عموماً اور اردو زبان میں خصوصاً خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالے سے جو کام نمایاں طور پر علمی و تحقیقی میدان میں کیا گیا اس کا ایک مجموعی تاریخی تنقیدی جائزہ گذشتہ صفحات میں لیا گیا۔ یہ جائزہ ثابت کرتا ہے کہ:۔

(i) خطبۂ حجۃ الوداع کا مکمل متن دستیاب نہیں ہے، متن خطبہ کی جمع و ترتیب کے سلسلے میں اب تک

جو کوششیں کی گئی وہ کئی اعتبار سے تشنہ رہی ہیں۔ خطبہ کے مرتبین و جامعین میں سے بعض نے تو صرف کتب احادیث و سنن سے ہی متن خطبہ کو اخذ کرنے کی کوشش کی اور کتب تاریخ و سیر کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا (۹۳،۱)، جبکہ بعض نے صرف کتب تاریخ و سیر اور کلام و ادب کو ہی مصدر بنایا اور کتب احادیث و سنن کو سامنے نہیں رکھا، (۹۴)

(ii)　خطبہ کی تدوین و ترتیب میں منتخب متون کے مصادر کا حوالہ بالالتزام نہیں دیا گیا۔

(iii)　عہدِ نبوی ﷺ میں خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت اور کارِ رسالت میں اس کے کردار اور بعد میں آنے والی تاریخ پر اس کے اثرات کی بحث شاذ و نادر ہی دیکھی جا سکتی ہے۔ نیز خطبۂ حجۃ الوداع کا دوسرے خطبات نبوت سے فرق و امتیاز اکثر و بیشتر موضوع نہیں بنایا گیا۔

(iv)　یہ صحیح ہے کہ ہر زمانے میں علمی، فنی اور تحقیقی تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں۔ اور ہر موضوع کا مطالعہ بھی مختلف حوالوں سے کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ عہدِ حاضر میں خصوصاً جنگ عظیم دوم کے بعد جب انسانی حقوق اور آزادی کا شعور عالمی سطح پر اجاگر ہوا اور میگنا کارٹا، فرانس کے اعلانِ آزادی، امریکی نوعیۂ حقوق اور اقوام متحدہ کے عالمی منشورِ حقوق کا غلغلہ بلند ہوا اور تہذیب و تمدن اور معاشرت و ثقافت میں ان کے کردار کو سمجھا گیا تو اس اعتبار سے یہ بھی وقت کا تقاضہ شمار ہوگا کہ ان تمام جدید حوالوں کی روشنی میں خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت و افادیت کو بھی میزانِ انصاف پر پرکھا جائے اور انسانیت کی حقیقی فلاح و صلاح کا راز دنیا کو بتایا جائے۔ یہ بہت خوش آئند بات ہے کہ پچھلی چار پانچ دہائیوں سے خطبۂ حجۃ الوداع کو ”منشورِ انسانیت“ کے عنوان سے یاد کیا جاتا رہا ہے اور اس کی مختلف سطح پر اسی حیثیت سے اشاعت بھی کی گئی ہے لیکن متون خطبہ کی تحقیق اور مندرجات خطبہ سے منشورِ انسانیت کی دفعات کو ماخوذ و متعین کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کا کام ہماری ناقص معلومات کے اعتبار سے اب تک نہیں کیا گیا۔

بہر حال خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالہ سے پائی جانے والی تشنگی کو دیکھتے ہوئے اور جدید علمی و تحقیقی تقاضوں کے پیش نظر اپنی کم علمی، کم مائیگی اور تمام تر بے بضاعتی کے علی الرغم ایک حقیری ابتدائی طالب علمانہ کوشش خاکسار راقم الحروف نے آج سے بہت عرصے پہلے (یعنی ۱۹۶۸ء میں) کی تھی جبکہ خطبۂ حجۃ الوداع کا متن مآخذ کی تصریح، حوالوں کی نشاندہی، کچھ اضافوں، اردو ترجمانی اور بعض ضروری تشریحات و توضیحات کے ساتھ ایک مضمون کے طور پر اس کی تالیف ”نقشِ سیرت“ میں شائع ہوا تھا (۹۵)، اس مضمون کی اشاعت کے سترہ سال بعد (۱۹۸۵ء میں) پیغامِ رسول ﷺ کی عالمگیریت و آفاقیت کے حوالے سے خطبۂ حجۃ الوداع کے عالمی انسانی پہلوؤں پر نسبتاً ایک مفصل مطالعہ، اس فقیر پر تقصیر نے وزارت مذہبی امور حکومت

پاکستان کے تحت منعقدہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس (اسلام آباد) کے اجلاس میں پیش کیا تھا (۹۲)۔اس وقت اصل مقالے کے ضمیمہ جات میں نہ صرف یہ کہ "خطبۂ حجۃ الوداع" کے متن کو ازسرِ نو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی جس میں حوالوں، اسناد و حواشی اور تخریج آیات و احادیث کا اہتمام بھی شامل تھا۔ بلکہ منشورِ انسانیت کے طور پر خطبۂ حجۃ الوداع کا دنیا کے دوسرے نوشتہ ہائے حقوق سے بھی تقابل پیش کیا گیا تھا۔

﴿۸﴾

خاکسار راقم الحروف اس توفیق ارزانی پر کم مطمئن نہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور سرورِ کائنات ﷺ کا خطبۂ جلیلہ اسناد و حواشی سے آراستہ ہوکر غالبًا پہلی مرتبہ اتنی مکمل شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ **فالحمدللہ علیٰ ذٰلک. و ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء**۔خطبۂ مقدسہ کے عربی متن کی جمع و تدوین اور بہ قید دفعات اس کی لفظی و معنوی ترتیب، نیز بہ طور منشور اس کی علمی و تحقیقی پیش کش میں جوجزا کتیں قدم بہ قدم رہوار قلم کو عناں گیر کرتی رہیں ان کا کچھ اندازہ ارباب علم و تحقیق ہی کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب قبلہ اور دوسرے متعدد علما و مصنفین آنحضرت ﷺ کے اس خطبۂ مقدس کو بلاشبہ "منشورِ انسانیت" شمار کرتے رہے ہیں۔لیکن دفعات کی تحدید و تعیین پھر بھی نہیں کی گئی۔ بہ اعتبار معنویت مضامین خطبہ کی ترتیب میں پہل قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری نے فرمائی تھی مگر بعد میں یہ نکتہ عام طور پر نظروں سے اوجھل رہا۔ان بزرگوں کا تتبع کرتے ہوئے ناظرین اس مطالعہ میں بہرحال پیش رفت ملاحظہ فرماسکیں گے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عربی اردو، اور انگریزی میں خطبۂ نبوی ﷺ کی جمع و ترتیب کی جتنی بھی عالمانہ کوششیں کی گئی ہیں۔ان میں یہ عام طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ یا تو چند کتب احادیث کو مآخذ بنایا گیا یا پھر محض کتب تاریخ و سیر میں سے چند کو بطور مصدر سامنے رکھا گیا جبکہ اس عاجز راقم الحروف نے اس سلسلہ میں ان تمام مصادر سے استفادہ ضروری تھا جن تک رسائی کی کوشش کی ہے جن تک اس کی رسائی ممکن ہوسکی۔ یعنی ممکن ہوسکے یعنی مجموعی طور پر کتب احادیث آثار و سنن، رجال و سند، شمائل و الفضائل، تاریخ و سیر اور ادب و کلام سب کو بیک وقت پیش نظر رکھا جائے۔(ملاحظہ ہو ضمیمہ ا) تاکہ الگ الگ راوی یا روایت کی تحقیق و تدقیق کرنے کے بجائے مضامین خطبہ کی عمومی مطابقت و مشابہت جانچی جاسکے۔اسی لئے اسناد و حواشی میں جہاں کہیں ضرورت ہوئی عام قارئین کی سہولت کے لئے خالص تحقیقی تکنیکی معیار کی بہ شدت پابندی نہیں کی گئی۔اور ابتدائی مآخذ کے ساتھ بعض اوقات ثانوی مآخذ کا بھی

حوالہ دے دیا گیا ہے۔البتہ اب مزید آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ جلیلہ کے ان ابتدائی وثانوی مآخذ کی صورت حال پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

﴿۹﴾

مآخذ کی ترتیب میں بداہتہً اولیت کتب احادیث (بشمول امہات الکتب، کتب الائمۃ الاربعۃ، کتب الصحیح، کتب المخرج علی الصحیحین، کتب السنن والمسانید) کو حاصل ہے۔اور حجۃ الوداع کے خطبہ اور واقعہ کے لئے یہی مآخذ مصادر بنیادی مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔مجموعہ ہائے احادیث کا اگرچہ شمار مشکل ہے اور ان تک رسائی بھی آسان نہیں۔تاہم یہ بات طے ہے کہ حدیث کی مشہور ومتداول امہاتِ کتب کے علاوہ بھی متعدد کتب سنن وصحاح ومسانید ایسی ہیں جن کے ائمہ کو صحاح ستہ پر تقدم زمانی حاصل ہے (۹۷)۔مثلاً صحیفہ ہمام ابن منبہ (م ۱۰۲ھ) جامع مسانید الامام الاعظم (م ۱۵۰ھ) الموطا امام مالک (م ۱۷۹ھ) کتاب الآثار قاضی ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) کتاب الآثار امام محمد (م ۱۸۹ھ) مسند ابی داؤد الطیالسی (م ۲۰۴ھ) مصنف عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ) مسند الحمیدی (م ۲۱۹ھ) کتاب السنن ابن منصور بن مشعبۃ الخراسانی (م ۲۲۷ھ) مسند احمد (م ۲۴۱ھ) سنن دارمی (م ۲۵۵ھ) اور مسند الربیع بن حبیب وغیرہ۔البتہ درجۂ استناد و مراتب کے لحاظ سے چونکہ صحاح ستہ ہی امہات الکتب الحدیث شمار ہوتی ہیں (۹۸)۔اور ان کی سیادت و قیادت امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کو حاصل ہے اس لئے خطبہ حجۃ الوداع کے حوالے سے متن کی تلاش اور اس کی ترتیب وتدوین کے ضمن میں پہل صحاح ستہ سے اور صحاح ستہ میں بھی ظاہر ہے بخاری سے کرنا ہوگی:۔

۱۔ صحیح بخاری:

امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) کی الصحیح کو صحاح ستہ میں اور مذہبی علمی اور اسلامی حلقوں میں جو عزت وشہرت حاصل ہے اس کے بارے میں کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔لیکن جس مخصوص حوالے (خطبۂ حجۃ الوداع) سے ہم مطالعہ کر رہے ہیں اس باب میں، اپنی کوتاہ علمی کے سبب، پوری بخاری کھنگالنے کے بعد بھی پانچ جملوں سے زیادہ مواد نہیں مل سکا۔اس پر مستزاد یہ کہ وہ تمام جملے بھی اپنے اصل سیاق وسباق میں نہیں پائے جاتے بلکہ منتشر ومتفرق ابواب میں آئے ہیں۔چنانچہ بخاری (۹۹) کتاب الحج (ج ۲ ص ۱۶۶ تا ص ۱۷۲) میں جہاں حجۃ الوداع کی دوسری تفصیلات ومتضمنات مثلاً سفر، راستہ، احرام، غسل اور دوسرے متعلقات ومسائل کا ذکر ہے خطبۂ حجۃ الوداع کو نقل نہیں کیا گیا۔البتہ اس کی دوسری کتب وابواب یعنی کتاب العلم، قصہ دوس والطفیل، کتاب الحدود، کتاب الدیات اور کتاب الفتن میں محض چند متفرق

جملوں،فقروں کومختلف عنوانات مسائل کے تحت بہ تکرار شمار کیا جا سکتا ہے۔یہ جملے مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ فان دماء کم واموالکم و اعراضکم علیکم حرامٌ کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھر کم ھذا.(۱۰۰)

۲۔ لاترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض۔(۱۰۱)

۳۔ لیبلغ الشاھد الغائب فان الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھوا و عیٰ لہ منہ.(۱۰۲)

۴۔ الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السماوات والارض. السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم ثلاث / ثلاثۃ متوالیات ذوالقعدۃ و ذوالحجۃ والمحرم ورجب مضر الذی بین جمادی و شعبان۔(۱۰۳)

۵۔ و ستلقون ربکم فیسئالکم عن اعمالکم۔(۱۰۴)

۲۔صحیح مسلم :

امام مسلم (۲۰۴۔۲۶۱ھ) کی الصحیح (۱۰۵) کو یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اس کی کتاب الحج (ج ۱،ص ۳۷۲ تا ص ۴۴۸) میں حجۃ الوداع کے سلسلے کی متعدد روایات بشمول (مشہور ترین) روایت جابرؓ بھی موجود ہے۔لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زیر بحث روایات میں اکثر و بیشتر حجۃ الوداع کے مقدس سفر اور اس کے متعلقات و متضمنات کا تو احاطہ کرتی ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کے خطبۂ جلیلہ کے صرف سات جملے ہی منقول ہیں۔فخطب الناس وقال ......(ص ۳۹۷باب حجۃ النبی ا)...... ان میں سے پہلا جملہ تو وہی ہے جو صحیح بخاری میں بھی موجود ہے یعنی ان دماء کم و اموالکم حرامٌ...... الخ (ج ۱،ص ۳۹۷)ہاں دیگر چھ جملے گویا بخاری پر اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔یہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۶۔ الا! کل شئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع (ج ۱،ص ۳۹۷)

۷۔ ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ. وان اول دمٍ اَضَعُ من دمائنا دمُ ابن ربیعۃ بن الحارث کان مسترضعاً فی بنی سعد فقتلہٗ ھذیل (ایضاً)

۸۔ وربا الجاھلیۃ موضوعۃٌ و اول ربا اضع ربانا ربا عبّاس بن عبدالمطلب فانہ موضوع کلّہ (ایضاً)

۹۔ فاتقوا اللہ فی النسآء فانکم اخذ تموھن بامان اللہ و استحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ و لکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم أحدًا تکرھونہٗ فان فعلن

ذلک فاضربوھنّ ضرباً غیر مبرّح و لھن علیکم رزقھنّ و کسوتھنّ بالمعروف (ایضاً)

۱۰۔ وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللّٰہ (ایضاً)

۱۱۔ و انتم تسألون عنّی فما انتم قائلون؟ قالوا نشھد انّک قد بلّغت و ادیت ونصحتَ (ایضاً)

امام مسلم نے آگے چل کر کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات میں باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض و الاموال ۔(ج۲،ص۶۰) کے تحت ایک مفصّل حدیث میں جو حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے حجۃ الوداع کا عنوان ذکر کئے بغیر حضور ﷺ کے خطبۂ عظیم کے جو پانچ جملے نقل کئے ہیں وہ تمام تر بخاری کے ہاں بھی مذکور ہیں اور جن کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔اسی سے متصل انہی راوی کی دوسری دو روایات میں خطبۂ نبوی ﷺ یوم النحر کے حوالے سے متذکرہ بالا جملوں میں سے چند کی تکرار پائی جاتی ہے۔(۱۰۶)

صحیح مسلم کی حدیث جابرؓ کی تبویب تخریج اور تشریح میں حدیث کے مشہور محقق و شارح الاستاذ محمد ناصر الدین الالبانی کی مستقل کتاب حجۃ النبی ﷺ کما رواھا جابرؓ (۱۰۷) میں بھی خطبۂ نبوی ﷺ کی مزید تفصیل نہیں ملتی۔ بلکہ خطبۂ عرفات کے تقریباً سات جملے (۱۰۸) اور خطبۂ یوم النحر کا صرف ایک جملہ ہی منقول ہے۔(۱۰۹)

۳۔سنن ابی داؤد (۲۰۴۔۲۷۱ھ) :

اس میں حجۃ الوداع کی تفصیلات اگرچہ متعدد مقامات پر پائی جاتی ہیں۔اور اعمال و احوالِ حج و کیفیاتِ مناسک و خطبہ وغیرہ کا زیادہ تر بیان کتاب المناسک کے تقریباً نو ابواب میں ہے (۱۱۰) تاہم متن خطبہ کا بیان صرف چند جملوں پر مشتمل ہے (۱۱۱)۔ جو کم وبیش بخاری و مسلم کی ہی مکررات ہیں۔ کتاب المناسک کے علاوہ کتاب البیوع (باب فی وضع الربا) کے تحت بروایات سلیمان بن عمرو عن ابیہ متن خطبہ کے مندرجہ ذیل دو جملے منقول ہیں:۔

(ا) الا ان کل ربا من ربا الجاھلیۃ موضوع لکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (ج۳،ص۲۴۹)

(ب) الا وان کل دم من دم الجاھلیۃ موضوع و اوّل دم اضع بھا دم الحارث

(۱۱۲)بن عبدالمطلب کان مسترضعاً فی بنی لیث فقتلہٗ هذیل (ایضاً)

جبکہ کتاب الستہ باب الدلیل علی الزیادۃ والنقصان میں یہ ارشادنبوی ﷺ منقول ہے کہ:۔

(ج) لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض (ج۴،ص ۳۵۵)

۴۔نسائی (م۳۰۳ھ) :

سنن نسائی کی کتاب مناسک الحج (۱۱۳) میں واقعات و احوال اور حجۃ الوداع کی بعض تفصیلات اور حضور ﷺ کے خطاب فرمانے کا ذکرو تذکرہ تو ملتا ہے(۱۱۴)،مگرافسوس کہ خطبۂ نبوی ﷺ کا متن منقول نہیں ۔صرف ایک جگہ بروایت جابر بن عبداللہؓ یہ ارشادنبوی پایا جاتا ہے کہ:

۱۲۔ ایھاالناس! خذوا مناسککم فانی لا ادری لعلّی لا احج بعد عامی هذا۔(۱۱۵)

۵۔ترمذی (م۲۷۹ھ) :

جامع ترمذی میں خطبۂ حجۃ الوداع کا جو متن منقول ہے وہ زیادہ تر ابواب الفتن کے باب ماجاء فی تحریم الدماء کے تحت حضرت ابوبکرؓ،ابن عباسؓ، جابرؓ،حذیم بن عمرو العدیؓ کی مرویات ہیں ۔(۱۱۶) جبکہ حضرت عمرو بن الاحوص کے حوالے سے متن خطبہ کے جو تین جملے منقول ہیں،ان ہی سے پہلا جملہ فان دماء کم و اموالکم و اعراضکم .... الخ (۱۱۷)تو گویا بخاری،مسلم،ابوداود وغیرہ کی ہی تکرار ہے البتہ بقیہ دو جملے اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں ۔جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۳۔ الا لا یجنی جانٍ اِلّا علیٰ نفسہٖ . الا لا یجنی جانٍ علی ولدہ ولا مولود علیٰ والدہٖ (۱۱۸)

۱۴۔ الا و ان الشیطان قد ایس ان یعبد فی بلادکم هذہٖ ابدا و لکن ستکون لہٗ طاعةٌ فیما تحقرون من اعمالکم فسیرضیٰ بہ ۔(۱۱۹)

ابواب الفتن کےعلاوہ آخر کتاب الصلوۃ میں حضرت ابوامامہؓ کی روایت سے یہ جملہ نقل کیاہے:۔

۱۵۔ اتقوا اللہ و صلّوا خمسکم و صوموا شهر کم وادوازکاۃ اموالکم و اطیعوا امرائکم تدخلوا جنّة ربکم۔(۱۲۰)

جبکہ جامع ترمذی کے آخری ابواب یعنی باب المناقب عن رسول اللہ ﷺ ۔ج۲،ص ۲۰۱ تا ۲۳۰) میں بھی امام ترمذی نے مناقب اہل بیت النبی ﷺ (ج۲،ص ۲۱۹) کے تحت بروایت حضرت

جابرؓ خطبۂ حجۃ الوداع کا مندرجہ ذیل فقرہ بھی نقل کیا ہے کہ:۔

۱۶۔ **یاایھاالناس انی قد ترکت فیکم ماامن ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی۔(۱۲۱)**

حالانکہ ترمذی سے پہلے اور بعد میں صحاح ستہ کی کسی اور کتاب میں خصوصاً اور بعد کے مجموعہ ہائے حدیث میں عموماً حجۃ الوداع کے حوالے سے زیرِ نظر جملہ نہیں پایا جاتا۔(۱۲۲)

۲۔ ابن ماجہ القزوینی (م۲۷۳ھ) :

سنن ابن ماجہ میں باب الخطبۃ یوم النحر کے تحت کل چار روایتیں منقول ہیں یعنی سلیمان بن عمرو بن الاحوصؓ، جبیر بن مطعمؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی مرویات (۱۲۳)، یہاں خاص بات یہ ہے کہ عرفے کے خطبے کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ البتہ خطبۂ منیٰ اور منیٰ میں مسجد خیف کا خطاب نبوی ﷺ مروی ہے ان میں سے چند جملے تو الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ صحاح کی دوسری کتابوں کی تقریباً تکرار ہیں (۱۲۴)، البتہ حضرت جبیر بن مطعمؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے مندرجہ جملے اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں:

۱۷۔ **نضّر اللہ امرأً سمع مقالتی فبلغھا فربّ حامل فقہ غیر فقیہ و رب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ. ثلاث (۱۲۵)**

۱۷۔ **ثلاث لا یغلّ علیھن یعنی قلب المومن، اخلاص العمل للّٰہ والنصیحۃ لولاۃ المسلمین و لزومھم جماعتھم فان دعوتھم تحیط من ورائھم۔(۱۲۶)**

۱۸۔ **الا وانی فرطکم علی الحوض و اکاثر بکم الامم فلاتسودوا وجھی الا وانی مستنقذاناساً و مستنقذ منی اناس فاقول یارب اصحابی، فیقول انک لاتدری ما احدثو بعدک۔(۱۲۷)**

۷۔ دیگر مجموعہ ھائے احادیث :

صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتب حدیث کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ چنانچہ پہلے زمرہ میں ان کتابوں کا شمار ہوسکتا ہے جو صحاح ستہ پر تقدم زمانی رکھتی ہیں اور جن میں خطبۂ حجۃ الوداع کا متن کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہے جبکہ حصہ دوم دوسرے زمانے میں وہ کتابیں داخل کی جاسکتی ہیں جو صحاح ستہ کے بعد لکھی گئیں اور خطبۂ حجۃ الوداع اور اس کے متعلقات ان میں مذکور ہیں۔ ہم یہاں پہلے حصے سے چار اہم اور قابل ذکر مجموعہ ہائے احادیث کا مطالعہ پیش کررہے ہیں:۔

(i) مسند الامام الربیع بن حبیب :

مسند الربیع میں خطبۂ عرفات ومنٰی (یوم النحر) کے حوالے سے خطبۂ نبوی ﷺ کے صرف دو جملے مروی ہیں ۔(۱۲۷) ان میں سے پہلا جملہ تو وہی ہے جو صحاح ستہ میں بھی پایا جاتا ہے، یعنی ایھا الناس ان الزمان قد استدار .... الخ) البتہ دوسرا جملہ اس اعتبار سے منفرد ہے کہ یہ صحاح ستہ اور متداول کتب حدیث میں منقول نہیں ۔یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

۱۹۔ الا! وان الحج فی ذی الحجة الی یوم القیامة۔(۱۲۹)

(ii) مسند ابی داؤد الطیالسی (م۲۰۴ھ):

مسند الطیالسی (۱۳۰) میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی مرویات (ج ۷،ص ۲۳۲،۲۳۳) میں حجۃ الوداع کے بعض مناظر و متعلقات کا ذکر تو موجود ہے لیکن متن خطبۂ نبوی ﷺ مذکور نہیں ۔البتہ احادیث ابی امامۃ الباھلیؓ کے تحت متن خطبۂ نبویؐ کے مندرجہ ذیل جملے منقول ہیں :۔

۲۰۔ ان اللہ عزو جل قد اعطیٰ کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث

۲۱۔ الولد للفراش

۲۲۔ وللعاھر الحجر و حسابھم علی اللہ.

۲۳۔ من ادعیٰ الی غیر ابیه او انتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة اللہ التابعة الی یوم القیامة

۲۴۔ الا لا یحل للامرأة ان تعطیٰ من مال زوجھا شیئا الّا باذنه(۱۳۱)

جبکہ ایک جگہ بروایت ابوحمید الساعدی خطبۂ نبوی ﷺ کے بعض اختتامی الفاظ منقول ہیں ۔

مثلاً (ثم قال: اللھم ھل بلغت ، اللھم اشھد)۔(۱۳۲)

(iii) المسند للامام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ) :

مسند احمد (۱۳۳) میں حجۃ الوداع کے اعمال و احوال اور صفۃ حج رسول اللہ ﷺ (ج ۴، حدیث نمبر ۲۱۴۱،۲۱۵۲،۲۱۵۳،۲۲۹۶،۲۳۰۶،۲۳۵۸،۲۵۲۸،۲۷۰۰،۲۷۰۱) اور صفۃ الحج والعمرۃ (ج ۶، حدیث نمبر ۴۱۲۸، ۴۶۴۱) اور صفۃ حج رسول اللہ ﷺ (ج ۷، حدیث نمبر ۴۸۲۰،۴۸۲۲، ۴۸۲۸، ۴۸۹۸) کے علاوہ خطبۂ نبوی ﷺ کے متن کے بعض حصے/جملے/فقرے متفرق طور پر (مختلف جلدوں

میں) مختلف مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ روایات کے تنوع کے سبب الفاظ کا معمولی فرق بہرحال پایا جاتا ہے۔علاوہ ازیں مضمون کے اعتبار سے زیادہ تر صحاح ستہ ہی کی تکرار ہے ماسوائے ایک کے مثلاً:۔

☆ ان اموالکم و دماء کم و اعراضکم....... الخ

☆ الا فلیبلغ الشاھد الغائب.

☆ لاترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم....... الخ (۱۳۴)

☆ الا لا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب......... الخ (۱۳۵)

☆ ویلکم لا ترجعوا بعدی کفاراً .... الخ (۱۳۶)

☆ ان الشیطان قدایس ان یعبدہ المصلون ولکن فی التحریش بینھم۔(۱۳۷)

☆ لتاخذوا مناسکم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ۔(۱۳۸)

☆ فان دماء کم و اموالکم .... الخ (۱۳۹)

☆ خطب رسول اللہ ﷺ فذکر المسیح الدجال فاطنب فی ذکرہ ثم قال:

۲۵۔ مابعث اللہ من نبی الا قدانذرہ امتہ۔(۱۴۰)

(iv) سنن الدارمی (م۲۵۵ھ) :

سنن دارمی کتاب المناسک میں حجۃ الوداع کے احوال و اعمال کے علاوہ متن خطبہ کے چند جملے بھی منقول ہیں جن کی تکرار صحاح ستہ میں بھی پائی جاتی ہے۔(۱۴۱) چنانچہ (فاتی بطن الوادی فخطب الناس)(۱۴۲):۔

☆ ان دماء کم و اموالکم......... الخ

☆ الا انّ کل شیئ من امر الجاھلیۃ .... الخ

☆ ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ .... و اول دم.......دم ربیعۃ بن الحارث ...... الخ

☆ وربا الجاھلیۃ موضوع......... الخ

☆ فاتقوااللہ فی النسآء......... الخ (۱۴۳)

☆ وانتم مسئولون............ الخ (۱۴۴)

مندرجہ بالا میں سے بعض جملوں کی تکرار آگے باب فی الخطبۃ یوم النحر (ص ۲۴۵) میں حضرت

ابی بکرۃ عن ابیہ کی روایت میں موجود ہے۔ مثلاً **قال فان دماء کم واموالکم** .... **الخ** نیز **لیبلغ الشاھد.** (۱۴۵)

حصہ دوم میں بھی کتابیں دو قسم کی ہیں۔ (۱) ایک وہ جن میں حجۃ الوداع کے واقعے اور خطبے کا ذکر نہیں پایا جاتا مثلاً مسند ابوعوانہ (۱۴۶)، المعجم الصغیر للطبرانی (۱۴۷) وغیرہ۔ جبکہ دوسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جن میں خطبۂ حجۃ الوداع کا متن کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل خاص ہیں:۔

(i) **صحیح ابن خزیمہ۔** (للامام الائمۃ ابی بکر محمد بن اسحاق بن خزیمۃ السلمی نیسا پوری (م ۳۱۱ھ):۔

صحیح ابن خزیمہ (۱۴۸) کے الجزء الرابع میں کتاب المناسک (ص ۱۲۷) باب صفۃ الخطبۃ یوم عرفۃ (نمبر ۲۹۰) کے تحت حِزْیَمْ السعدی (**عن ابیہ عن جدہ حزیم بن عمرو**) کی ایک روایت میں حضور ﷺ کے خطبۂ جلیلہ کے صرف ایک جملے (**اعلموا ان دماء کم و اموالکم** ....**الخ** (ص ۲۵)...... لبلدکم ھذا (ص ۲۵۱)) کو نقل کیا گیا ہے۔

البتہ اس سے آگے باب میں متصلاً (نمبر ۲۹۱) **باب ذکر البیان ان النبی** ﷺ **انما خطب بعرفۃ راکباً لا نازلاً بالارض** (ص ۲۵۱) کے تحت روایت جابرؓ کے حوالہ سے خطبۂ نبوی ﷺ کے کئی جملے مذکور ہیں۔ مگر یہ صحاح ستہ ہی کی تکرار ہے۔ (یعنی **ان دمائکم و اموالکم** .... **الخ، و دماء الجاھلیۃ** ....**ابن ربیعۃ بن الحارث** .... **الخ، وربا الجاھلیۃ** .... **الخ، اتقوا اللہ فی النساء** .... **الخ ، وانی قد ترکت** .... **کتاب اللہ** .... **الخ وانتم مسئولون عنّی** .... **الخ**، ہاں ایک جملے میں الفاظ کا فرق اہم اور معنی خیز ہے یعنی: **الاوان کل شیئ من اھل الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی ھاتین** .... **الخ.**

(ii) **الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان** (م ۳۵۴ھ):

اس کتاب کی پانچویں جلد میں باب ماجاء فی حج النبی ﷺ (۱۵۰) کے تحت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے تقریباً وہی چند جملے منقول ہیں جو بخاری و مسلم اور صحاح ستہ میں مذکور ہیں (۱۵۱)۔ (یعنی **ان دماء کم و اموالکم حرام**..... **الخ، الا کل شی من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع** ...... **الخ، ودماء الجاھلیۃ** ..... **دم ابن ربیعۃ بن الحارث** ..... **الخ، وربا**

الجاھلیۃ موضوع ..... الخ، فاتقوا اللہ فی النسآء ..... الخ، و قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصم بہ کتاب اللہ ..... الخ، وانتم تسالون ..... الخ.

(iii) سنن الدارقطنی ۔م/ ۳۸۵ھ :

دارقطنی (۱۵۲) میں حضرت ابوامامہؓ کی روایت سے صرف ایک ہی جملہ منقول ہے۔ جو ترمذی میں بھی موجود ہے:۔

☆ اطیعوا ربکم و صلّوا خمسکم و ادّ وا زکوٰۃ اموالکم و صوموا شہرکم و اطیعوا ذاامرکم تدخلوا جنۃ ربکم۔(۱۵۳)

(iv) المستدرک (علی الصحیحین فی الحدیث) :

المستدرک کتاب المناسک (۱۵۴) میں بھی بروایت حضرت ابوامامہؓ وہی روایت مذکور ہے جسے دارقطنی اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے (یعنی ایہا لناس اطیعوا ربکم ..... جنّۃ ربکم ..... الخ (۱۵۵) اس کے علاوہ بروایت ابن عباس یہ جملہ بھی منقول ہے جس کا مضمون اکثر مآخذ میں موجود ہے۔(فقال رسول اللہ قد حرّم اللہ علیکم دماء کم و اموالکم ..... الخ (۱۵۶))۔

(v) السنن الکبریٰ ۔ (للامام المحدثین الحافظ الجلیل ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی،م/ ۴۵۸ھ) :

بیہقی نے اپنی ''السنن'' میں متن خطبۂ حجۃ الوداع کو متفرق طور پر متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، چنانچہ باب الخطبہ یوم عرفۃ کے تحت حدیث جابر لائے ہیں اور لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے خطبۂ اول اور خطبۂ ثانی ارشاد فرمایا (۱۵۷)۔ جبکہ باب الخطبۃ یوم النحر میں حضرت ابن عمر، ابی بکرۃ اور ابوامامہ وغیرہ کی مرویات میں دراصل صحاح ستہ کے مضامین کی ہی تکرار ہے (مثلاً و دمــاء کــم و امــوالـکـم و اعـراضـکـم علیکم حرام ..... الـخ، (عـن ابـن عـمـر)(۱۵۸) قال فان دماء کم حرام کـحرمۃ ..... الـخ، لیبـلـغ الشـاھـد مـنـکم الغائب ..... الـخ، فـرب مبـلغ اوعیٰ من سامع ..... الخ، الالا ترجعوا بعدی کفارا ..... الخ (عن ابی بکرہ)(۱۵۹) انی لادری لعلی لا القاکم بعد ھذا ..... الخ، الا و ان دماء کم و اموالکم ..... الخ، الا فلیبلغ ادناکم اقصاکم ..... الاھل بلغت ..... الخ (عن سراء بنت نبہان) (۱۶۰)

(۱۷) **مجمع الزوائد و منبع الفوائد** (للهيثمي، م/ ۸۰۷ھ) :

خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالے سے صحاح ستہ کے علاوہ یہی مجموعہ احادیث ایسا ہے جس میں متعدد صحابہ، تابعین مثلاً ابو حرۃ الرقاشی، ابی نضرہ، ابن عمر، ابی ھریرۃ، فضالہ بن عبید، جابر، ابی ملک الاشعری، عمار بن یاسر، حارث بن عمرو، عمرو بن العاص، وابصہ بن معبد الجہنی، عبداللہ بن الزبیر، عبادۃ بن عبداللہ، حجیر، ابی امامۃ، براء بن عازب و زید بن الارقم، فہد بن البجیر کعب بن عاصم الاشعری، کلثوم بن جبیر، سراء بنت نبھان، جمر بنت قحافہ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ کی تقریباً تمام قابل ذکر مرویات اور خطبۂ نبوی ﷺ کے اقتباسات منقول و موجود ہیں (۱۶۱)۔ تفصیلات اور تکرار سے بچتے ہوئے ہم ذیل میں ان اقوالِ رسالت مآب ﷺ کا انتخاب پیش کر رہے ہیں، جو ماقبل صفحات میں صحاح ستہ اور دوسرے مآخذ کے اقتباسات پر اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں:

۲۶۔ اسمعوا منّي. تعيشوا. الا لا تظلموا، الا لا تظلموا، الا لا تظلموا۔(۱۶۲)

۲۷۔ الا و ان كل دم و ماء و مال في الجاهلية تحت قدمي هذا الیٰ يوم القيامة. (وان اول دم يوضع دم ربيعة بن الحارث ..... الخ) (۱۶۳)

۲۸۔ ايها الناس! ان ربكم واحد و اباكم واحد. الا لا فضل لعربي علیٰ عجمي ولا لعجمي على عربي ولا اسود على احمر ولا احمر على اسود الا بالتقویٰ۔(۱۶۴)

۲۹۔ يا ايها الناس من كانت عندهٗ و ديعة فليودها الى من ائتمنه۔(۱۶۵)

۳۰۔ لا نبي بعدي ولا امة بعد كم.

۳۱۔ وسأ خبركم من المسلم، المسلم من سلم الناس ..... الخ والمومن ..... الخ ..... والمهاجر ..... الخ(۱۶۶)

۳۲۔ فان حرمة مابينكم الى يوم القيامة كحرمة هذا اليوم. (واحدثكم من المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده واحدثكم من المومن ..... والمهاجر ..... الخ) (۱۶۷)

۳۳۔ والمومن حرام على المومن كحرمة هذا اليوم (لحمه عليه حرام..... وعرضه عليه حرام..... واذاه عليه حرام..... الخ)(۱۶۸)

۳۴۔ تصدقوا! فانی لا ادری لعلکم لا تردنی بعد یومی ھذا ۔(۱۶۹)

۳۵۔ الا کل نبی قد مضت دعوتہ الا دعوتی فانی قد ذخرتھا عند ربّی الی یوم القیامۃ (اما بعد فان الانبیاء مکاثرون فلا تخزونی فانّی جالس لکم علی باب الحوض)(۱۷۰)

۳۶۔ یا ایھا الناس! انصتوا فانکم لعلکم لا ترونی بعد عامکم ھذا(۱۷۱)

☆ (لا نبی بعدی و لا امۃ بعد کم فاعبدوا ربکم و اقیموا خمسکم و صوموا شھر کم و اطیعوا ولاۃ امرکم ثم ادخلوا جنّۃ ربکم)(۱۷۲)

﴿۱۰﴾

احادیث وسنن کے بعد رجال وسیر اور تاریخ کی ان کتابوں کا درجہ ہے جن میں حجۃ الوداع کے واقعے، خطبے اور متعلقات کو محفوظ کیا گیا ہے۔ ایسی کتابوں کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے (یہ اس لئے بھی کہ حجۃ الوداع کا واقعہ سیرت نبوی ﷺ کا جزو لاینفک ہے اور اکثر و بیشتر مصنفین، مؤرخین اور اصحاب سیر نے اس سے کسی نہ کسی درجے میں بہر حال تعرض کیا ہے) تاہم مہاتِ کتب اور ابتدائی وثانوی مآخذ کی روشنی میں ہم یہاں چند ایسے مصادر کی نشاندہی کر سکتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ خطبۂ حجۃ الوداع کے حوالے سے قابل ذکر حیثیت رکھتے ہیں بلکہ ان کے مؤلفین ومرتبین کتب احادیث وسنن کے مؤلفین مرتبین (وغیرہ) کے ہم عصر ہیں اور اس اعتبار سے بعض اوقات مساوی ومتوازی درجہ رکھتے ہیں کہ انہوں نے خطبۂ جلیلہ کی جزو، اجزا اور اقتباسات کو ان ہی رواۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے جو کتب احادیث وسنن کے بھی ناقلین ہیں۔علاوہ ازیں انہیں عام طور پر درجۂ اعتبار واستناد حاصل ہے۔

تاریخ وسیر کے معاملے میں یہ بہر حال طے شدہ امر ہے کہ ابن اسحاق وابن ہشام کو دوسرے تمام مورخین واصحاب سیر پر تقدم زمانی حاصل ہے۔ابن اسحاق کی روایت کو ابن ھشام نے محفوظ کیا ہے جبکہ واقدی (۱۷۳) نے اپنی کتاب المغازی میں خطبۂ یوم عرفہ اور خطبۂ یوم النحر کے عنوان سے خطبۂ حجۃ الوداع کا متن بڑی حد تک تفصیلاً نقل کر دیا ہے۔(۱۷۴)

ابن ہشام اور واقدی کے بعد دوسرے تاریخی، اسلامی، عربی مآخذ میں اکثر بیشتر (جزوی، فروعی، معمولی فرق، اختلاف کے ساتھ) خطبے کے منقولات واقتباسات میں ان بنیادی مآخذ کے الفاظ و عبارات کی تکرار پائی جاتی ہے۔ابن ہشام نے (۱۷۵) ابن اسحاق کی روایت کے علاوہ حضرت عبداللہ

بن زبیر عن ابیہ، اور روایۃ ابن خارجہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ البتہ خطبہ یوم عرفہ اور خطبہ یوم النحر کی الگ الگ تصریح نہیں کی ہے۔ جبکہ واقدی کے ہاں ان خطبات (یوم عرفہ/ یوم النحر) کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ واقدی کی روایت کو بہ تمام وکمال مقریزی (م ۸۴۵ھ) نے اپنی کتاب امتاع الاسماع میں نقل کردیا ہے اور ابن اسحاق و ابن ہشام کا بھی حوالہ دیا ہے۔(۱۷۶)

ابن سعد نے الطبقات میں حجۃ الوداع کے عنوان سے سفر اور دوسرے احوال کے علاوہ (ج ۲، ص ۱۷۲ تا) خطبۂ حجۃ الوداع کے اکثر جملے متعدد روایات کے ساتھ (مع تکرار) نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ممتاز ترین جملوں کا انتخاب مندرجہ ذیل ہے:۔

۳۷۔ ان اللہ قسم لکل انسان نصیبه من المیراث فلا تجوز وارث وصیة۔(۱۷۷)

۳۸۔ الا! ومن ادعیٰ الی غیر ابیه او تولّی غیر موالیه رغبةً عنهم فعلیه لعنة اللہ و الملائکة والنّاس اجمعین۔(۱۷۸)

۳۹۔ ایها النّاس! اسمعوا واطیعوا وان امّر علیکم عبد حبشی مجدّع اقام فیکم کتاب اللہ۔(۱۷۹)

۴۰۔ ارقاء کم ارقاء کم اطعموهم مما تاکلون واکسوهم مما تلبسون وان جاؤوا بذنب لاتریدون ان تغفروه فبیعوا عباداللہ ولا تعذّبوهم. (۱۸۰)

☆ نزلت علی النبی صلی اللہ علیه وسلم:۔

الیوم اکملت لکم دینکم...... (قال نزلت وهو واقف بعرفة)(۱۸۱)

جاحظ (۲۵۵ھ) نے خطبۂ نبوی ﷺ کو اگرچہ تفصیل سے نقل کیا ہے لیکن ماقبل مآخذ پر کوئی اضافہ نہیں ہے (۱۸۲)۔ البتہ یعقوبی (م ۲۸۴ھ) نے اپنی تاریخ میں واقدی اور الزھری کے حوالے سے خطبۂ حجۃ الوداع کے جو اقتباسات نقل کئے ہیں، ان میں متعدد جملوں میں بعض لفظی اختلافات پائے جاتے ہیں مثلاً:۔

☆ نضّر اللہ وجه عبد سمع مقالتی فوعاها و حفظها ثم بلغها من لم یسمعها، فُرّب حامل فقه غیر فقیه ربّ حامل فقه الی من هو افقه منه۔(۱۸۳)

☆ ثلاث لا یغل علیهن قلب امرئ مسلم، اخلاص العمل للہ و النصیحة لائمة الحق واللزوم لجماعة المومنین، فان دعوتهم محیطة من ورائهم۔(۱۸۴)

☆ النّاس فی الاسلام سواء اناس طفّ الصّاع لآدم وحوّاء لا فُضل عربّی علی

عجمی ولا عجمی علی عربی إلّا بتقوی اللہ۔(۱۸۵)

☆ کل دم کان فی الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی، و اوّل دم اضعہ دم آدم بن ربیعۃ بن الحارث بن عبدالمطلب و کان آدم بن ربیعۃ مسترضعًا فی ھذیل فقتلہٗ بنو سعد بن بکر وقیل فی بنی لیث فقتلہ ھذیل. (۱۸۶)

☆ فاوصیکم با لنسآء خیرا فانّما ھن عوان عندکم ......الخ (۱۸۷)

☆ فاوصیکم بمن ملکت ایمانکم فاطعموھم مما تاکلون والبسوھم مما تلبسون. وان اذنبوا فکلوا عقوباتھم الی شرارھم...... .(۱۸۸)

☆ ان المسلم اخوالمسلم لا یغشہ ولا یخونہ ولا یغتابہ ..... الخ (۱۸۹)

☆ لاترجعوا بعدی کفارا مضلین یملک بعضکم رقاب بعض. انّی قد خلفت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلّوا . کتاب اللہ و عترتی. اھل بیتی ۔(۱۹۰)

۴۱۔ الا! إنّی انّما امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا : لا إلٰہ إلّا اللہ و انّی رسول اللہ واذا قالوھا عصموا منّی دماء ھم واموالھم إلّا بحقّ وحسابھم علی اللہ۔(۱۹۱)

طبری (م،۳۱۰ھ) نے اپنی تاریخ میں ۱۰ھ کے واقعات میں خطبۂ حجۃ الوداع بھی دو مختلف روایتوں سے نقل کیا ہے۔اس تصریح کے علاوہ کہ خطبۂ عرفہ کے موقع پر ربیعۃ بن امیہ بن خلف مکبر و معلن کے فرائض انجام دے رہے تھے (پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ لوگوں سے کہو اور پھر ربیعہ ان الفاظ کو لوگوں کے سامنے دہرا دیتے) طبری نے خطبہ نبوی ﷺ کا جو متن محفوظ کیا ہے واقدی اور ابن ہشام سے زیادہ مختلف نہیں ہے لیکن حضور ﷺ کی مندرجہ ذیل نصیحت کو زیادہ واضح اور مکمل انداز سے بیان کیا ہے۔

۴۲۔ فاعقلوا ایھا الناس واسمعوا قولی. فانّی قد بلغت و ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلّوا ابدا، کتاب اللہ و سنۃ نبیہٖ۔(۱۹۲)

۴۳۔ فلا تظلموا انفسکم. (۱۹۳)

ابن عبدربہ (م،۳۲۸ھ) اگرچہ قدیم العہد مصنف ہے اور الحمیدی نے لکھا ہے کہ اس کی علمی جلالت، ریاست ادب کی بادشاہت، دیانت وصیانت کے ساتھ شہرت پر سب متفق ہیں (۱۹۴)۔تاہم اس کی مشہور ترین کتاب ''العقد الفرید'' جو ابن خلکان کے نزدیک تمام چیزوں (معلومات) پر حاوی ہے، اور جس سے ہر ایک متمتع ہو سکتا ہے (۱۹۵) خطبۂ حجۃ الوداع کے باب میں کسی علمی اضافے کی موجب

نہیں (۱۹۶)۔ اور اس کا سرسری بیان ہمارے مفید مطلب نہیں۔ جبکہ مشہور مورخ المسعودی (م، ۳۴۶ھ) نے واقعۂ حجۃ الوداع پر صرف آدھا جملہ اور خطبۂ نبوی ﷺ کا صرف ایک جملہ نقل کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: وفی سنة عشر حج رسول الله ﷺ حجة الوداع وقال: الا ان الزّمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السماوات والارض۔(۱۹۷) نیز ایک جگہ ''من موجز كلامه''(۱۹۸) کے زیر عنوان خطبۂ نبوی ﷺ کے صرف چار لفظ یہ نقل کئے ہیں کہ :الولد للفراش و للعاهر الحجر ۔(۱۹۹) لیکن نہ کوئی حوالہ دیا ہے نہ تصریح کی ہے کہ یہ خطبۃ الوداع سے مقتبس ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسعودی کا بیان ہمارے مفید مطلب نہیں۔

باقلانی (م،۴۰۳ھ) نے اپنی کتاب ''اعجاز القرآن'' میں ایک مقام پر ''خطبة صلى الله عليه وسلم فی ايام التشريق'' کے تحت اور پھر کچھ آگے ''خطبة صلى الله عليه وسلم بالخيف' کے عنوان سے خطبۃ الوداع کے متعدد مشہور اور اہم جملے نقل کر دیئے ہیں جو ابتدائی مآخذ میں بھی مذکور ہیں البتہ چند جملوں میں الفاظ کا بہت معمولی فرق پایا جاتا ہے مثلاً:۔

☆ اسمعوا منی تعيشوا الا لا تظالموا (ثلاثاً) (۲۰۰)

☆ ثلاث لا يغل عليهن قلب المومن: اخلاص العمل لله، والنصيحة لاولی الامر، ولزوم الجماعة ان دعوتهم تكون من ورائه۔(۲۰۱)

متاخرین علما و مؤرخین اور اصحاب سیر میں سے ابن الاثیر (م، ۶۳۰ھ) نے ''ذکر حجۃ الوداع'' کے ضمن میں یہ بیان کرنے کے باوجود کہ وهی خطبة طويلة خطبۂ نبوی ﷺ کے محض چند جملے ہی نقل کئے ہیں جو دراصل ابتدائی مآخذ کے ہی تکرارات ہیں (۲۰۲) جبکہ ان کے بعد آنے والے مصنف مورخ محدث اور متکلم علامہ ابن القیم (م،۷۵۱ھ) نے زاد المعاد میں واقعۂ حجۃ الوداع کی بعض تفصیلات تو خوب بیان کی ہیں اور احوال و مسائل پر بھی خامہ فرسائی کی ہے لیکن افسوس کہ فصل: فی ارشاد المسلمين فی حجة الوداع مررد و فصل فی خطبة صلى الله عليه وسلم کے تحت خطبات منیٰ کے ہی چند اقتباسات نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے جو پہلے بھی مختلف مآخذ میں بہ تکرار نقل ہو چکے ہیں۔ مثلاً:۔

☆ الا و ان دماء كم واموالكم واعراضكم عليكم حرام..... الخ (۲۰۳)

☆ لا يجنى جان الا عن نفسه..... الخ (۲۰۴)

علامہ ابن کثیر (م،۷۷۴ھ) کے یہاں حجۃ الوداع کے سلسلہ میں مجموعی بیان بہت مفصل پایا

جاتا ہے اور تقریباً دو سو صفحات (یعنی ص ۲۱۱ کتاب حجۃ الوداع تا ص ۴۱۱) پر محیط ہے۔ البتہ خطبۂ حجۃ الوداع اور متعلقہ مباحث تقریباً ۱۷ صفحات (ص ۳۸۷ تا ص ۴۰۴) پر پھیلے ہوئے ہیں۔ متن خطبۂ الوداع کے حوالہ سے اگر ہم مکررات کو حذف کردیں تو کم و بیش اٹھائیس جملے، فقرے اور ارشادات نبوی منقول ہیں۔ جو زیادہ تر ابتدائی، ثانوی مآخذ (کتب احادیث وسنن) سے ماخوذ ہیں۔ ان میں سے بھی مندرجہ ذیل جملے ایسے ہیں جو اب تک کے جائزے میں سامنے نہیں آئے لیکن ابن کثیر نے انہیں نقل کیا ہے یعنی:۔

۴۴۔ انّما هنّ اربع، لا تشركوا بالله شيئا ولا تقتلوا النفس الّتي حرّم الله الّا بالحقّ، ولا تزنوا ولا تسرقوا. (۲۰۵)

۴۵۔ ما انزل الله داءً الّا انزل لهٗ دواءً الا الهرم. (۲۰۶)

علامہ علی بن برہان الدین الحلبی (م ۱۰۴۴ھ) کے ہاں (السیرۃ الحلبیہ میں) حجۃ الوداع کا بیان تقریباً ۲۰ صفحات (ص ۲۸۸ تا ص ۳۰۸، ج ۳) پر پھیلا ہوا ہے۔ اور متعدد مباحث کا جامع ہے۔ تاہم خطبۃ الوداع کا ذکر چار صفحات میں ہے اور روایت باللفظ اور روایت بالمعنی دونوں طرح منقول ہے۔ مجموعی طور پر ماقبل مآخذ کی تکرار پائی جاتی ہے۔ (۲۰۷) اس لئے کوئی نیا پہلو سامنے نہیں آتا۔

علامہ زرقانی (م ۱۱۲۵ھ) متاخرین علما میں سے شرح مواہب اللدنیہ (للعلامہ القسطلانی م ۹۲۳ھ) کے حوالے سے نمایاں ترین حیثیت رکھتے ہیں۔ شرح مواہب کی ضخیم مجلدات میں دو جگہ حجۃ الوداع اور اس کے متعلقات سے بحث کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ (الجزء الثالث) میں حجۃ الوداع کی وجہ تسمیہ، سفر، واقعات و احوال اور مسائل سے بہت مفصل بحث کی ہے۔ لیکن اس میں (بالکل سرسری طور پر مذکور ایک جملہ۔ یعنی انه وداع الناس بالوصيّة التي اوصاهم بها ان لايرجعوا بعده كفارا کے علاوہ) خطبۃ الوداع کا کوئی ذکر نہیں ہے نہ اس کا متن نقل کیا ہے (۲۰۸)۔ البتہ دوسری جگہ (الجزء الثامن میں) النوع السادس من في ذكر حجه و عمره صلى الله عليه وسلم کی بحث میں (۲۰۹) خطبۃ الوداع کا متن تشریحات کے ساتھ متفرق جملوں کی صورت میں نقل کیا ہے۔ لیکن ان (جملوں، فقروں، ارشاداتِ نبوی ﷺ) کی تعداد بھی آٹھ، دس سے زیادہ نہیں ہے۔ (۲۱۰) گویا مکمل متن موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس ضمن میں جو ارشاداتِ نبوی ﷺ منقول ہیں وہ تمام کے تمام ابن هشام، ابن سعد، واقدی، طبری وغیرہ کے یہاں پہلے ہی نقل ہو چکے ہیں تمام بحثیں اکثر و بیشتر مفید و جامع ہیں اور بہت سی کتابوں سے بے نیاز کردینے والی ہیں۔

﴿۱۱﴾

حضور اکرم ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع اور متعلقات کے ضمن میں مطالعات کا ایک تاریخی تنقیدی اور علمی جائزہ جو گذشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے، ممکن ہے کہ ہر لحاظ سے وہ مکمل و مدلل قرار نہ دیا جائے، اور رہو سکتا ہے کہ کسی پہلو سے اس میں تشنگی باقی رہ گئی ہو، لیکن ان معروضات سے ان حقائق/نکات، جہات کی بہرحال توثیق، تصدیق اور تائید ہو جاتی ہے جن کی نشاندہی ہم شروع کر چکے ہیں۔

اسناد/حوالے/حواشی

۱۔ ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ مصطفی البابی الحلبی، مصر ۱۹۳۶ء، ج۴/۲۵۳۔

۲۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ دار صادر، بیروت ۱۹۵۷ء۔ ج۲/۱۷۳۔

۳۔ طبری۔ ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک۔ مطبعۃ الاستقامۃ۔ قاہرہ ۱۹۳۹ء۔ ج۲/۴۳۹

۴۔ حجۃ الوداع اس لئے کہ حضور ﷺ نے اسی موقع پر گویا مسلمانوں کو وداع (خدا حافظ) کہا حجۃ البلاغ اس لئے کہ وہ خطبہ ابلاغ و تبلیغ کا نقطۂ کمال تھا جو اس حج کے دوران آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ نیز خطبۂ مبارکہ کے دوران بار بار ''الا ھل بلغت؟'' کے استفسار نبوت کے جواب میں حاضرین و ناظرین کا جواب ''نعم'' ہوتا تھا۔ اور بالآخر ان کی یہ گواہی کہ قد ادیت و بلغت (ہاں بیشک آپ ﷺ نے فرض رسالت ادا فرما دیا اور پیغامِ حق بتمام و کمال سب تک پہنچا دیا) حد ابلاغ کی انتہا ٹھہری۔ حجۃ الاسلام اس لئے کہ خطبۂ حجۃ الوداع اسلام کی تمام تعلیمات کا خلاصہ تھا۔ نیز حج کو اسلام کے ایک رکن اور فرض کی حیثیت سے آپ ﷺ عملاً ادا فرما رہے تھے، اور حجۃ الکمال والتمام اس لئے کہ آپ ﷺ کا مقدس مشن اسی مرحلہ پر اتمام و اکمال کو پہنچا اور سورۂ مائدہ کی وہ آیت (۳) اسی موقع پر نازل ہوئی جس میں اتمام نعمت اور رضائے خداوندی کی نوید سنائی گئی۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو زرقانی۔ محمد بن عبدالباقی۔ شرح مواہب۔ المطبعۃ الازہریۃ۔ المصریۃ۔ ۱۳۲۹ھ ج۳، ص۱۰۴ تا ۱۰۶)

۵۔ مثلاً متقدمین میں سے علامہ ابن حزم (م ۴۵۶ھ) نے اپنی مشہور کتاب جوامع السیرۃ کے علاوہ ''حجۃ الوداع'' کے عنوان سے بھی ایک علیحدہ مستقل کتاب لکھی (ملاحظہ ہو: ابن حزم الاندلسی۔ حجۃ الوداع۔ دار الیقظۃ العربیۃ۔ بیروت ۱۹۶۶ء) اور متاخرین میں سے علامہ الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی کی کتاب (دیکھئے: الکاندھلوی: حجۃ الوداع و جزء عمرات النبی ﷺ۔ المجلس العلمی۔ کراچی ۱۹۷۱ء) وغیرہ وغیرہ۔ دونوں کتابوں میں حجۃ الوداع اور حجۃ النبی ﷺ کے متعدد پہلوؤں سے بحث موجود ہے اور مختلف شرعی، فقہی اور علمی نکات شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں لیکن خطبۂ حجۃ الوداع سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ علامہ سخاوی (م ۹۰۲ھ) نے اپنی کتاب الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ میں جہاں سیرۃ النبی ﷺ پر

تصنیفات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے خطبوں سے متعلق ابو احمد العسال اور ابو الشیخ بن حبان کی تصانیف ہیں بعض نے خطبۃ الوداع کو مستقل کتاب کی شکل دی ہے۔ ابن بشکوال کے کہنے کے مطابق یہ آپ ﷺ کا آخری خطبہ ہے۔ (دیکھئے: السخاوی۔ الحافظ المورخ الحجہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن۔ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ۔ القدسی، دمشق، مطبعۃ الترقی۔ ۱۳۴۹ھ ص ۹۱۔۹۲، اور ایک جدید العہد کتاب: الاستاذ علی حسب اللہ۔ **الرسول ﷺ یُعلم الناس مناسکھم فی حجۃ الوداع**۔ مکۃ المکرمۃ۔ ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء۔

۶۔ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۴ھ) سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) سیرۃ النبی ﷺ۔ مطبع معارف اعظم گڑھ (طبع پنجم) ۱۳۷۵ھ۔ ج ۲/ص ۱۵۴۔

۷۔ ایضاً ص ۱۵۴، ۱۵۵ (افسوس یہ ہے کہ خطبۂ حجۃ الوداع کو ایک مربوط و مسلسل خطبے کی حیثیت سے علامہ شبلی نے بھی نقل نہیں کیا ہے۔ بلکہ متفرق طور پر الگ الگ جملے نقل کر کے ارشادِ نبوی ﷺ کی اہمیت و اثرات سے بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں مجموعی طور پر تقریباً ۱۵ جملے مذکور ہیں)۔

۸۔ علامہ شبلی سے پہلے سیرت نگاری کے نمونے مسلمان اور غیر مسلم مصنفین دونوں کے ہاں اگر چہ اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ تمام نمونہ ہائے رنگا رنگ اپنے مواد، مضامین، انداز تحریر اور بحث، بیان اور تجزیہ و استدلال میں سیرۃ النبی ﷺ (از شبلی) کے مدمقابل پاسنگ بھی نہیں۔ اس زمانے میں میلاد ناموں کی کثرت تھی اور میلاد ناموں میں بھلا خطبۂ حجۃ الوداع کو کس طرح کھپایا جا سکتا تھا؟ مولانا شبلی سے پہلے سیرۃ نگاری کے منثور اور منظوم نمونوں اور میلاد ناموں کی فہرست کے لئے ملاحظہ ہو: شہابی، مفتی محمد انتظام اللہ۔ (مرتبہ) قاموس الکتب۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی۔ ج ۱، ص ۲۹۱ تا ۳۷۷۔ نیز دیکھئے: ڈاکٹر انور محمود خالد۔ اردو نثر میں سیرت رسول۔ اقبال اکادمی، لاہور ۱۹۸۹ء (باب چہارم ص ۲۷۷ تا ص ۳۳۲)۔

۹۔ دیکھئے: ڈاکٹر انور محمود خالد۔ ص ۳۲۴

۱۰۔ یہ فصل دو صفحات پر مشتمل ہے اور مصنف نے حجۃ الوداع کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس موقع پر ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جمع ہو گئے تھے۔ (ملاحظہ ہو محمد عنایت احمد تواریخ حبیب الٰہ۔ ملک دین محمد اینڈ سنز۔ لاہور ۱۹۳۹ء ص ۱۴۰، ۱۴۱)

۱۱۔ دیکھئے: شردھے پرکاش دیو جی پرچارک۔ سوانح عمری حضرت محمد صلعم صاحب بانی مذہب اسلام۔ نولکشور (طبع ثالث)۔ ص ۱۴۰

۱۲۔ ایضاً۔ ص ۱۳۰

۱۳۔ سیرۃ النبی ﷺ کے دیباچہ طبع اوّل کے مطابق بقول سید سلیمان ندویؒ "مولانا شبلی کو سیرۃ نبوی ﷺ کے لکھنے کا خیال الفاروق کے بعد ہی پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں اس کا ایک مختصر سا حصہ یعنی

غزوۂ احد تک وہ لکھ بھی چکے تھے کہ بعض مشکلات کی بنا پر رک گئے“۔ (ملاحظہ ہو: شبلی۔ سیرت النبی، ج۱، دیباچہ طبع اول (طبع ششم ۱۳۳۲ھ) ص ۸، ۹)

۱۴۔ ملاحظہ ہو: قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۵۳ء۔ ج ۱، ص ۳۰۱ تا ۳۰۵۔

۱۵۔ ایضاً۔ ص ۳۰۰ تا ص ۳۱۳۔

۱۶۔ دیکھئے: پروفیسر سید نواب علی، سیرت رسول اللہ۔ مکتبہ افکار۔ کراچی ۱۹۶۶ء (طبع دوم) ص ۳۹۸ تا ۴۰۰۔

۱۷۔ ایضاً۔ ص ۴۰۰ تا ۴۰۱۔

۱۸۔ ایضاً۔ ص ۴۰۲۔

۱۹۔ ایضاً۔ ص ۴۰۲ تا ۴۰۶۔

۲۰۔ دانا پوری، حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب قادری، اصح السیر، نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۹۵۷ء۔

۲۱۔ جس کا اظہار فاضل مصنف نے کتاب کے ابتدائی صفحات (بلا عنوان، غالباً دیباچہ) میں ص ۵، ۶ پر کر دیا ہے اور مختلف ابواب کے تحت بھی مولانا شبلی پر تنقید کی ہے۔

۲۲۔ دیکھئے ص ۴۹۹ تا ۵۳۹۔

۲۳۔ ملاحظہ ہو علامہ دانا پوری کی کتاب (اصح السیر) کا ص ۵۲۵، ۵۲۶ نیز ص ۵۳۱، ۵۳۲

۲۴۔ ایضاً۔ ص ۵۲۵۔

۲۵۔ ایضاً۔ ص ۵۳۲۔

۲۶۔ ایضاً۔ ص ۵۳۱، ۵۳۲۔

۲۷۔ ایضاً۔ ص ۵۳۱۔

۲۸۔ ایضاً۔ ص ۵۳۲

۲۹۔ کتاب میں کہیں کہیں (جہاں علامہ شبلی پر تنقید مقصود ہوتی ہے) استدلال بھی پایا جاتا ہے تاہم یہ عجیب بات ہے کہ ان کے بیان میں جہاں عبارت بحث و تمحیص کی خود متقاضی ہوتی ہے اور قاری اس کی بجا طور پر توقع بھی کرتا ہے وہاں موصوف ”واللہ اعلم“۔ لکھ کر بات ختم کر دیتے ہیں چنانچہ صرف حجۃ الوداع کے سلسلۂ بیان میں ہی حکیم صاحب موصوف نے اس (نسخہ، واللہ اعلم) کا استعمال ۱۵، ۱۶ بار کیا ہے۔

۳۰۔ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر انور محمود خالد۔ ص ۶۲۸۔

۳۱۔ ملاحظہ ہو: کاندھلوی، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس۔ سیرۃ المصطفیٰ۔ لاہور ۱۳۸۱ھ۔ ج ۳/ ص ۸۵، ۱۸۳۔

۳۲۔ ایضاً۔ ص ۱۸۴، ۱۸۵۔

IslAlse

۳۳۔ سیوہاروی، مولانا حفظ الرحمٰن۔ سیرت نبوی ﷺ رسول کریم۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۸۶ء۔ (کتاب پر تقریظ مولانا انور شاہ کشمیری نے ۱۳۵۱ھ میں لکھی تھی)

۳۴۔ مطبوعہ سنی پبلی کیشنز۔ لاہور ۱۹۸۰ء (اس کا پہلا ایڈیشن غالباً ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ اس کی تصنیف میں محی الدین خیاط مصری اور خضری بک کی کتابوں کو سامنے رکھا۔ دیکھئے۔ ڈاکٹر انور محمود ۶۷)

۳۵۔ ملاحظہ ہو: (کتاب مذکور۔ سیرت نبوی ﷺ) ص ۱۴۵ تا ۱۴۸۔

۳۶۔ نور ابصر ص ۱۴۸۔ کتاب ایک ہی ہے دو ایڈیشن الگ الگ ناموں سے شائع ہوئے۔

۳۷۔ جیراجپوری۔ علامہ اسلم۔ تاریخ الامت۔ جلد اول۔ (سیرت الرسول ﷺ) میزان پبلی کیشنز لمیٹڈ (ادارہ طلوع اسلام) لاہور۔ (طبع دوم)

۳۸۔ ایضاً۔ ص ۱۱ (تمہید)

۳۹۔ ایضاً۔ ص ۱۸۴ تا ۱۸۶۔

۴۰۔ پرویز۔ معراج انسانیت۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔ (دوسرا ترمیم شدہ ایڈیشن) ۱۹۶۸ء۔ (اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا)

۴۱۔ ایضاً۔ ص ۳۸۷ تا ۳۹۱۔

۴۲۔ دیکھئے، ص ۳۹۱ تا ص ۳۹۵۔

۴۳۔ اس کا دیباچہ (طبع اول) مولانا سید سلیمان ندوی نے ۱۹۳۹ء میں تحریر کیا تھا۔

۴۴۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء (طبع دوم) حصہ اول ص ۱۰۳، ۱۱۱

۴۵۔ طوروی، مولانا محمد ادریس۔ خطبات نبوی ﷺ۔ ادبستان۔ لاہور ۱۹۴۶ء

۴۶۔ ایضاً۔ ص ۱۵۷ تا ۱۶۷۔

۴۷۔ بجنوری، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن۔ کتاب وصایا (ص ۸۴ تا ۹۷)۔

۴۸۔ مطبوعہ گوشۂ ادب۔ لاہور ۱۹۶۳ء (طبع یازدہم)

۴۹۔ انسانیت موت کے دروازہ پر۔ ص ۱۰ تا ۲۱۔

۵۰۔ ملاحظہ ہو: فقیر سید وحید الدین۔ محسن اعظم اور محسنین۔ لائن آرٹ پریس لاہور ۱۹۶۴ء (طبع پنجم)

۵۱۔ دیکھئے: پھلواروی، مولانا شاہ محمد جعفر۔ پیغمبر انسانیت۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ طبع اول (ص ۶۰۳، ۶۰۴، پر خطبے کا صرف اردو ترجمہ اور سرسری سا بیان پایا جاتا ہے)۔

۵۲۔ ملاحظہ ہو: فاضل لکھنوی، سید مرتضیٰ حسین 'خطیب قرآن' (انبیائے قرآن جلد چہارم) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور (ت۔ ط۔ ن) ص ۳۵۴ تا ۳۵۷۔

۵۳۔ دیکھئے: نصیر الاجتہادی۔ نہج الفصاحت۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ (طبع اول) ص ۵۵ تا ۵۸۔

۵۴۔ سید محمد رضوان اللہ و انتظام اللہ شہابی۔ "سیرت الرسول من القرآن" دائرۃ المعارف قرآنیہ۔ کراچی

۱۹۶۳ء۔(ص۳۵۳ تا ص۳۶۱)

۵۵۔ ڈاکٹر محمد عزیز، پیغام اور پیغامبر۔نفیس اکیڈمی کراچی ۔۱۹۸۴ء،ص۴۱۷ تا ۴۲۱۔(کتاب میں نہ متن نہ اصل مآخذ کا حوالہ۔خاص خاص مضامین صرف سیرۃ النبی شبلی اور ابن ہشام سے ماخوذ ہیں۔)

۵۶۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر۔پیغمبر اعظم ﷺ و آخر۔فیروز سنز۔لاہور ۔۱۹۷۸ء میں رابطۂ عالم اسلامی کی انعام یافتہ کتاب۔(خطبۂ حجۃ الوداع بطور ضمیمہ۔ص۴۶۳ تا ۴۶۴ شامل اشاعت ہے)

۵۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔نبی رحمت (حصہ اول۔دوم) مجلس نشریات اسلام۔کراچی ۱۹۸۱ء (ص۱۳۸ تا ۱۴۲) خطبے کی اہمت پر بمشکل دو پیراگراف سپرد قلم کیے ہیں (ایضاً ص۱۳۲۔۱۳۳)

۵۸۔ حضرت شمس بریلوی۔سرور کونین ﷺ کی فصاحت۔مدینہ پبلشنگ کمپنی۔کراچی ۔۱۹۸۵ء۔(سیرت ایوارڈ یافتہ کتاب۔خطبہ نبوی ﷺ فصل کی صورت میں ص۲۸۷ تا ۲۹۹ منقول لیکن حوالے/ماخذ ندارد)

۵۹۔ ملاحظہ ہو: آغا ز اشرف ''محمد سید لولاک''۔مکتبہ میری لائبریری۔لاہور (ت۔ط۔ن) (متن خطبہ مع ترجمہ ص۴۰۵ تا ۴۱۴ موجود ہے لیکن ماخذ، حوالہ جات مذکور نہیں نہ اہمیت سے بحث کی گئی ہے)

۶۰۔ حسن المرتضٰی خاور۔حضور کی وصیتیں۔مکتبہ اشاعت اسلام۔رحیم یار خان ۔۱۴۰۶ھ (ملاحظہ ہو: ۸۰ تا ۸۹)

۶۱۔ خالد علوی، انسان کامل، یونیورسٹی بک ایجنسی لاہور ۱۹۷۴ء (خطبہ مع متن شامل ہے ترجمہ بھی دیا ہے البتہ حوالے نامکمل ہیں اور خطبے کا محض سرسری تعارف کرا لیا گیا ہے۔مآخذ میں ابن ہشام، ابن سعد بخاری، ابن ماجہ، اور سیرۃ الحلبیہ مذکور ہیں)

۶۲۔ منورہ نوری خلیق، معلم اعظم ﷺ ۔سہا مپلی کیشنز، کراچی ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۵ء حجۃ الوداع کا عنوان اور مختصر بیان و احوال کے ساتھ خطبہ کا صرف اردو ترجمہ ڈھائی صفحات پر مشتمل۔حوالہ سند وغیرہ مذکورہ دیکھیے۔ (۴۱۰ تا ۴۱۵)

۶۲(ا)۔ دیگر کتابوں میں مثلاً مولانا وحید الدین خان کی کتاب (پیغمبر انقلاب۔احمد اکیڈمی۔لاہور ۱۹۸۳ء) حجۃ الوداع اور خطبے کے ذکر سے خالی ہے، زاد المعاد کے حوالے سے خطبۂ فتح مکہ شامل کیا گیا ہے۔ایک اور ضخیم کتاب جس میں ''عرفات کے میدان میں حضور کا تاریخی خطبہ'' (ص۵۸۰) کے عنوان سے صرف اردو ترجمہ ہے اور صرف بخاری و مسلم کا حوالہ، نہ اہمیت نہ کوئی تبصرہ۔(دیکھیے، مسعود احمد۔صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین، جماعت المسلمین۔کراچی ۱۹۷۶ء) ایک اور کتاب ''الرحیق المختوم'' جسے رابطہ العالم الاسلامی مکہ کا پہلا ایوارڈ ملا۔عربی اور اردو دونوں زبانوں میں ہے۔لیکن افسوس کہ متن خطبۂ نبوی ﷺ کے چند جملوں کو نقل کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔(ملاحظہ ہو: المبارکفوری، فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن۔الرحیق المختوم۔رابطہ العالم الاسلامی۔مکۃ المکرمۃ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء (ص۵۱۵) اردو ترجمہ، تصنیف مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، المکتبۃ السلفیہ۔لاہور ۱۹۸۸ء۔(ص۷۲۳۔۷۳۰)

۶۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دار الاشاعت، کراچی ۱۹۵۰ء

۶۴۔ اس کے زمانہ ہائے تالیف کی تصریح خود مصنف علام نے فرمادی ہے (ایضاً ص ۴)

۶۵۔ یہ مضمون کتاب کے صرف چار صفحات (ایضاً ص ۳۰۲ تا ۳۰۴) پر مشتمل ہے۔

۶۶۔ یہ نشاندہی کرتے ہوئے قبلہ ڈاکٹر صاحب کو التباس ہوا ہے یا تسامح۔ لکھتے ہیں: "ٹکڑے اور اقتباس تو ہر حدیث کی کتاب میں ملتے ہیں۔ بخاری کے مطابق اس کی نقل خود رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت ابو شاہ یمنی کو دی گئی تھی" (ایضاً۔ ص ۳۰۵) حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو شاہ یمنی کو خطبۂ حجۃ الوداع کی نقل نہیں بلکہ خطبۂ فتح مکہ کی نقل دینے کی ہدایت فرمائی گئی تھی۔ چنانچہ بخاری میں دو جگہ جہاں یہ مذکور ہے کہ "نقل ابوشاہ کو دی جائے" (اکتبوا لابی شاہ) وہاں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ وہ ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمایا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو۔ صحیح البخاری۔ طبع بشرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ۔ قاہرہ۔ ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۸۵ء۔ کتاب فی اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ) **قال حدثنی ابو ہریرۃؓ قال لما فتح اللہ علیٰ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ قام فی الناس فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال** ...... (ایضاً ص۔۱۶۴/ ج ۳) **فقام ابو شاہ رجلٌ من اہل الیمن فقال اکتبوا لی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکتبو الا بی شاہ** (ایضاً۔ ص ۱۶۵/ ج ۳) نیز دیکھئے۔ کتاب الدیات باب من قتل لہ قتیل عن ابی ہریرۃ (ایضاً۔ ج ۹، ص ۶) بخاری کے علاوہ سنن ابی داود میں بھی جہاں یہ واقعہ اور الفاظ (**اکتبوا لابی شاہ**) مذکور ہیں، کتاب المناسک، ص ۲۷۶ فتح مکہ کا ہی ذکر ہے، ابوداود میں بھی کتاب الدیات ص ۶۱۷ میں یہی تکرار مع خطبہ موجود ہے ص ۶۱۹،

۶۷۔ مجلہ نقوش کے معرکۃ الآراء رسول نمبر (مرتبہ محمد طفیل۔ اشاعت ادارہ فروغ اردو۔ لاہور۔ شمارہ ۱۳۰۔ دسمبر ۱۹۸۲ء) کی جلد دوم میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی انگریزی تصنیف کا مکمل اردو ترجمہ (ص ۵۱۳ تا ۶۸۲ = ۱۶۹ صفحات) بھی شامل ہے۔ تصنیف مذکور کے باب ششم میں پانچ مختصر فصلیں، پیراگراف (۱۷۶ تا ۱۸۰) خطبۂ حجۃ الوداع کے عنوان سے مخصوص ہیں۔ اسے ہم گویا پرانی کتاب (رسول اکرم کی سیاسی زندگی) کا تتمہ اور تکملہ شمار کر سکتے ہیں۔ تاہم اس میں بھی نہ تو خطبۂ نبوی ﷺ کا عربی متن دیا گیا ہے اور نہ ہی حوالے مذکور ہیں۔ فصل ۱۷۶ میں جو متن وعن خطبہ منقول ہے وہ صرف اردو میں ہے۔ اس میں تقریباً ۲۱ جملے ہیں (اور غالباً ابن ہشام سے ماخوذ ہیں) جبکہ فصل ۱۷۷ میں ابن سعد کے حوالے سے دو جملے مزید شامل فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے خطبے کے تمام مضامین پر گفتگو نہیں فرمائی بلکہ (فصول پیراگراف ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰ میں) خطبے کے دو نکات (سود ربوا اور قمری کیلنڈر) کی توضیح فرمائی ہے (دیکھئے ایضاً۔ ج ۲/ ص ۵۹۲، ۵۹۳)

۶۸۔ نعیم صدیقی۔ محسن انسانیت۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ۔ لاہور ۱۹۶۳ء

۶۹۔ ایضاً۔ ص ۶۷۴۔

۷۰۔ ایضاً۔ ص ۶۷۸۔

۷۱۔ ایضاً۔

۷۲۔ ایضاً۔ص۶۸۲۔

۷۳۔ ایضاً۔ص۶۸۳۔

۷۴۔ ماہر القادری (مرتبہ) فاران۔سیرت نمبر۔کراچی۔جنوری ۱۹۵۶ء (ص۱۴۸ تا ۱۵۴)

۷۵۔ ایضاً۔ص۱۵۹ تا ۱۶۱۔

۷۶۔ مثلاً یہی بات کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد خطبات ارشاد فرمائے تھے، کتب احادیث میں ان کا متن کہیں مربوط و مسلسل خطبے کی صورت میں منقول نہیں یا اس طرح مثلاً یہ توجیہ بھی نہیں کی گئی کہ محض خطبۂ عرفات کو اصل خطبہ کیوں سمجھا گیا جبکہ بعض محدثین نے تو خطبۂ یوم النحر کو ہی خطبۂ حجۃ الوداع شمار کیا ہے، یا مثلاً کئی مقامات پر متن خطبہ اور ترجمہ میں مطابقت نہیں پائی جاتی، پھر مولانا محمد میاں صدیقی صاحب کی تشریح و توضیح میں پائے جانے والے اکثر حوالے نامکمل اور متعدد نکات تشنۂ بحث ہیں۔

۷۷۔ دیکھئے ہمدرد کا مطبوعہ اولین کتابچہ جس کا متن مفتی محمد شفیع صاحب کی زیر نگرانی تیار ہوا۔ (ص۴،۶)۔ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے مطبوعہ خطبات کے متون میں بھی ایک جملہ یعنی "**یـا مـعشـر قريش لا تجيبوا بالدنيا .... الخ**" تو شامل ہے لیکن دوسرا جملہ "**معشر قريش ان الله قد اذهب عـنكم ..... الخ**" شامل نہیں کیا گیا۔لیکن پورٹ ٹرسٹ (کراچی) کے شائع کردہ کیلنڈر میں یہ دونوں جملے اردو ترجمے کی صورت میں موجود ہیں۔

۷۸۔ ملاحظہ ہو: الہیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر۔مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔مکتبۃ القدسی۔قاہرہ۔۱۳۵۲ھ (ص ۲۷۲ تا ۲۷۳)

۷۹۔ ایضاً۔ص۲۷۲۔

۸۰۔ سنن ابن داؤد مع حاشیہ عون المعبود میں کتاب المناسک باب الخطبۃ بعرفۃ میں جو روایت (**عن رجـل من بـنـی ضـمـره عـن ابيـه او عـمـه قال رايت رسـول الله وهو على المنبر بعرفة**) (مطبوعہ المطبع انصاری۔دہلی/ ج۲/ص۱۳۳)) موجود ہے۔اس کی تغلیط خود اسی باب میں موجود دوسری روایات (عن رجل من الحی عن ابیہ (ایضاً،ص۱۳۳) اور عن خالد بن العداء بن ہوذہ (ایضاً،ص۱۳۳) سے ہو جاتی ہے۔ نیز اس کی شرح میں صاحب عون المعبود (مولانا محمد اشرف) نے لکھا ہے۔کہ خطبہ عرفہ میں منبر کی موجودگی ثابت نہیں جیسا کہ حدیث جابر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے خطبہ ناقہ پر رونق افروز ہو کر ارشاد فرمایا تھا۔وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ "منبر کا ذکر یا تو کنایۃً ہے یا سہواً"۔مولانا محمد اسحق المحدث الدہلوی فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد "شئی مرتفع" (اونچی جگہ) ہو جبکہ منذری کا کہنا ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ (دیکھئے ایضاً)۔علامہ ابن حزم نے "حجۃ الوداع" پر جو مستقل کتاب لکھی ہے اس کا ایک باب ہی اس بات کی مخالفت میں مخصوص کر دیا ہے۔چنانچہ (**الـبـاب الـتـاسـع. الـخـلاف فـی خطبة صلى الله عليـه**

وسلم یوم عرفۃ بعرفۃ اعلی راحلتہ ام علیٰ منبر ۔ص۱۹۷) میں سنن ابی داود میں مذکور روایت زید بن اسلم عن رجل من بنی ضمرہ عن ابیہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ: "ھذہ روایۃ ساقطۃ لا یلتفت الیھا لا نھا عن مجھول عن مجھول مشکوک فیہ و مثل ھذا، لا یقوم بہ حجۃ فبقی انہ کان علیہ السلام یومئذٍ علی بعیر، ھو الماخوذ بہ لصحۃ و تشعب طرقہ" ۔(دیکھئے: ابن حزم الاندلسی ۔(م۴۵۶ھ) ۔ حجۃ الوداع ۔ دارالیقظۃ العربیۃ ۔بیروت ۔۱۹۶۶ء ۔(طبع ثانی/ص۱۹۷ تا ۱۹۹) علامہ ابن کثیر (م۷۷۴ھ) نے اپنی کتاب (السیرۃ النبویۃ ۔مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۔الجزء الرابع) میں ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ ھذا الاسناد ضعیف لان فیہ رجلا مبھما (ص۳۴۱) اور پھر طویل حدیث جابر نقل کی ہے جس میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضور ﷺ نے خطبہ قصواء پر دیا تھا (ایضاً)

۸۱۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عرب یا عجم یا کسی خاص آبادی، قوم یا ملک سے مخصوص و محدود نہ تھی اس لئے بعض خاص مواقع پر بعض خاص اسباب و واقعات کے حوالے سے مخاطب کو کسی فرقہ، گروہ یا قبیلے کی طرف کر لینا محض تاکید و توثیق کے لئے ہوتا تھا وہ در حقیقت موقع و محل کا تقاضہ بھی ہوتا تھا ۔مثلاً فتح مکہ کے موقع پر جب حرم میں مخاطبین میں سے بیشتر کا تعلق قریش سے ہی تھا اس لئے اس وقت 'یا معشر قریش' کا خطاب بالکل برمحل تھا (جیسا کہ مورخین، محدثین اور اصحاب السیر نے خطبہ نبوی ﷺ بر باب کعبہ میں نقل کیا ہے ۔مثلاً ملاحظہ ہو: ابن ہشام ۔ج ۴/ص ۵۴) ۔مسند الربیع بن حبیب ۔(مطبعۃ الازھار البارونیۃ ۱۳۲۶ھ) کا حاشیہ (حمید السالمی، ج ۲/ص ۲۲۰) یا اسی طرح مثلاً اموال ھوازن کی تقسیم پر انصار کے آزردہ خاطر ہونے پر انصار کے سامنے حضور ﷺ کا یا معشر الانصار! ابن ہشام ج ۴، ص ۱۴۲ فرمانا برمحل بلکہ ضروری تھا بہرحال ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مستحسن اور پسندیدہ طرز تخاطب "ایھا الناس ہی تھا کہ اس میں تو اشمع بھی ملحوظ تھی، چنانچہ فتح مکہ ہی کے موقع پر باب کعبہ پر خطاب میں تو آپ نے یا معشر قریش کے الفاظ استعمال فرمائے تھے لیکن اسی موقع پر دوسرے دن خزاعہ نے زیادتی کرتے ہوئے ھذیل کے ایک مشرک کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر خطاب فرمایا تو آغاز "ایھا الناس" سے فرمایا اور اختتام فلیبلغ الشاھد منکم الغائب پر (ملاحظہ ہو: ابن ہشام ۔ج ۴/ص ۵۸)

۸۲۔ ملاحظہ ہو: ابن ہشام ۔ج ۴، ص ۵۴ ۔نیز دیکھئے: الباقلانی ۔ابی بکر محمد بن الطیب ۔اعجاز القرآن ۔المطبعۃ السلفیۃ ۔قاہرہ ۔۱۳۴۹ھ ۔(ص۱۱۲)

۸۳۔ دیکھئے: خدا کے آخری نبی ﷺ کا آخری پیغام، خطبۂ حجۃ الوداع ۔(کلمات تعارف/ص ۲)

۸۴۔ اظہر ۔ڈاکٹر ظہور احمد ۔فصاحت نبوی ۔اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ ۔لاہور ۔۱۹۸۳ء۔

۸۵۔ ایضاً ۔ص ۲۹۹ تا ۳۰۵۔

۸۶۔ ایضاً ۔ص ۳۰۰۔

۸۷۔ حیاۃ الصحابۃ غالبًا مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب کی آخری تصانیف میں سے ایک ہے جو ان کی وفات (۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ/۲ راپریل ۱۹۶۵ء) کے بعد سے اب تک مختلف اداروں کے زیر اہتمام کئی مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے (تین جلدوں میں لیکن) اس وقت ہمارے سامنے اس کا تازہ ترین ایڈیشن چار مجلدات میں الاستاذ علی شیری کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ دار احیاء التراث العربی۔ بیروت سے ابھی حال میں شائع ہوا ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع (خطبات صلی اللہ علیہ وسلم فی الحج کے زیر عنوان) ص ۱۵۹ تا ۱۶۵ = ۷ صفحات) پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا محمد عثمان صاحب (صدر مدرسین مدرسہ نافع العلوم، کورنہ، میرٹھ) نے (۱۹۶۷ء میں) کیا۔ جو (مفتی انیس احمد کے زیر انتظام) ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین۔ نئی دہلی سے بھی تین ضخیم جلدوں (۱۰ حصے) میں شائع ہوا۔ (دیکھئے: حصہ نہم باب نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے خطبات، ص ۴۴۰ تا ۵۵۲/ ج ۳، اور حج میں نبی ﷺ کے خطبات، ص ۴۳۶ تا ۴۴۳) اور ایک عکس ایڈیشن دینی کتب خانہ لاہور سے بھی شائع ہوا۔

۸۸۔ ملاحظہ ہو: محمد میاں صدیقی۔ خطبات رسول ﷺ (عربی متن مع اردو ترجمہ و تشریح) اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور (اشاعت اول) ۱۹۸۷ء، (ضخامت: ۲۰۸ صفحات)

۸۹۔ دیکھئے پیش لفظ۔ ص ۱، ۲/ بحوالہ ابو القاسم پاینده۔ نہج الفصاحۃ (سازمان انتشارات جاویدان، چاپ سیزدھم ۱۳۶۰)۔

۹۰۔ ایضاً۔ ص ۵۔ بحوالہ: مولوی محمد عبد اللہ خاں (سابق پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ) خطبات نبوی ﷺ دائرۃ المعارف۔ لاہور ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء۔

۹۱۔ ایضاً۔ ص ۵، ۶۔ پروفیسر امتیاز احمد سعید۔ خطبات رسول ﷺ۔ مطبوعات حرمت۔ راولپنڈی ۱۹۸۱ء

۹۲۔ کتاب میں منتخب خطبات کی تعداد ۳۰ ہے۔ خطبہ توبہ (خطبہ ۲۵، ص ۱۴۲) کے بعد آنے والے خطبے یعنی (خطبہ: ۲۶/ ص ۱۴۶) خطبہ تبوک پر کمپوزنگ، ٹائپنگ، شمار کی غلطی سے خطبہ نمبر ۲۵ دوبارہ چھپ گیا ہے اس لئے بعد کے تمام خطبات کے نمبر شمار بھی غلط ہو گئے ہیں۔

۹۳۔ مولانا محمد میاں صدیقی نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ ”زیر نظر کتاب میں جو خطبات نبوی ﷺ جمع کئے ہیں انہیں حدیث و سیرت کی مختلف کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے۔“ (ص ۱۳) افسوس کہ اس معاملے میں بھی مآخذ کے معیار، درجہ، سطح کا خیال نہیں رکھا گیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حدیث و سیر کے اولین مآخذ اور مہمات کتب کے براہ راست مطالعے و حوالے کے بجائے ثانوی بلکہ تیسرے چوتھے درجے کی کتابوں کو زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ نیز کتاب میں شامل دو خطبات (خطبہ نمبر ۲۲ اور نمبر ۲۹) حوالوں سے بالکل عاری ہیں، خطبہ نمبر ۹ میں صرف سیرۃ المصطفیٰ کا حوالہ مذکور ہے، خطبہ نمبر ۱۹ کا مصدر معارف الحدیث ہے، خطبہ نمبر ۱۲ کے حوالوں میں کیمیائے سعادت بھی شامل ہے۔ مزید برآں محسن انسانیت ﷺ کے سب سے اہم اور طویل ترین خطبہ یعنی خطبۂ حجۃ الوداع کے باب میں حوالے روا روی اور بہت سرسری انداز سے دیئے گئے

ہیں، اور المیہ یہ ہے کہ دوسرے خطبات نبوی ﷺ میں نامکمل حوالوں کے باجود کم از کم جلد نمبر اور صفحات کا شمار دے دیا گیا ہے لیکن حجۃ الوداع کے سلسلے میں فاضل مؤلف نے یہ تکلف بھی نہیں برتا، محض فہرست کتب پر اکتفا کیا گیا ہے حالانکہ اس فہرست سے یہ معلوم کرنا بھی مشکل ہے کہ متن خطبہ کے مصادر کون سے ہیں اور تشریحات کے مآخذ کون سے ہیں، بہرحال کتاب کا ظاہری حسن نمایاں ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔

۹۳ (ا)۔ مثلاً: علامہ الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی کتاب (حجۃ الوادع وجزء عمرات النبی ﷺ) پر محدث کبیر حبیب الرحمٰن الاعظمی کا (جزء خطبات النبی ﷺ۔ ملحق کتاب حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ)۔ من منشورات المجلس العلمی۔ کراچی (ت۔ط۔ن)۔

۹۴۔ مثلاً دیکھئے: احمد زکی صفوت۔ جمھرۃ خطب العرب فی عصور العربیۃ الزاھرہ۔ مکتبہ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی۔ مصر (طبع اول) ۱۹۲۳ء۔ (ج۱/ص۵۷، ۵۸)۔

۹۵۔ ملاحظہ ہو: نثار احمد۔ نقش سیرت۔ ادارہ نقش تحریر۔ کراچی ۱۹۶۸ء (ص۵۳۹ تا ص۵۵۹)

۹۶۔ یہ مفصل مطالعہ وزارت امور مذہبی حکومت پاکستان کی طرف سے شائع کردہ مجموعۂ مقالات (مرتبہ ڈاکٹر سید مطلوب حسین۔ بین الاقوامی سیرت کانفرنس۔ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ/نومبر ۱۹۸۵ء پیغمبر اسلام کے پیغام کی آفاقیت، اسلام آباد) میں (ص۲۷ تا ص۴۳/ ج۱) شائع ہوا۔

۹۷۔ صحیح بخاری سے پہلے جن مجموعہ ہائے احادیث کو تقدم زمانی حاصل ہے ان کو ہم با آسانی تین انواع، اقسام میں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ پہلی قسم میں وہ کتابیں شامل ہیں جن میں حجۃ الوداع کے حوالے سے مواد کچھ نہیں پایا جاتا۔ (یعنی نہ سفر حجۃ الوداع کا ذکر نہ خطبہ کا متن وغیرہ) مثلاً:۔ (ا) صحیفہ ہمام ابن منبہ (م/۱۰۲ھ) الصحیفۃ الصحیحۃ۔ (بہ تحقیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ مطبوعہ مکتبہ نشاۃ ثانیہ۔ دکن ۱۹۵۶ء۔ طبع چہارم) میں کوئی روایت حجۃ الوداع یا خطبہ سے متعلق موجود نہیں۔ (ii) کتاب الآثار، قاضی ابو یوسف (م/۱۸۲ھ) المطبعۃ الاستقامۃ، مصر ۱۳۵۵ھ۔ (iii) کتاب الآثار۔ لامام محمد بن حسن الشیبانی (م/۱۸۹ھ) مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ (کتاب المناسک/ص۵۸ تا ۶۵) (iv) کتاب السنن، ابن منصور بن شعبۃ الخراسانی (م/۲۲۷ھ) بہ تحقیق الاستاذ حبیب الرحمٰن الاعظمی (مطبع علمی پریس مالیگاؤں۔ منشورات المجلس العلمی۔ دھابیل ۔ ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء) وغیرہ وغیرہ۔ دوسری قسم میں وہ کتابیں داخل ہیں جن میں حجۃ الوداع کے حوالہ سے بعض واقعات، اشارات، مسائل و استفسارات مذکور ہیں۔ لیکن خطبہ نہیں پایا جاتا۔ مثلاً: (i) موطا امام مالک وشرح تنویر الحوالک۔ للسیوطی۔ (مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی۔ م ۱۹۵۰ء)۔ (ii) المسند الامام الاعظم (مطبوعہ دائرۃ المعارف۔ دکن ۱۹۵۶ء/ ج۱/ص۵۰۴ تا ۵۱۸) یا (iii) مسند الحمیدی۔ (بہ تحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی۔ منشورات المجلس العلمی کراچی ۱۹۶۳ء) میں تعلیم مناسک کے بارے میں بعض روایات (ج۲/ حدیث نمبر ۸۵۲) یا مثلاً آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ الحج عرفۃ (ج۲/ص۳۹۹) وغیرہ۔ تیسری قسم میں ایسی کتابوں کا شمار ہو سکتا ہے جن میں حجۃ الوداع کا واقعہ اور خطبۂ نبوی ﷺ کا

متن/اقتباسات موجود ہیں۔ مثلاً مسند الطیالسی، مسند احمد، مسند دارمی، اور مسند الربیع بن حبیب وغیرہ (جن کی کچھ تفصیل اگلے صفحات میں آرہی ہے)۔

۹۸۔ مراتب کے لحاظ سے صحاح ستہ کی ترتیب یہ ہے: (i) بخاری (ii) مسلم (iii) ابوداود (iv) نسائی (v) ترمذی (vi) ابن ماجہ۔

۹۹۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری۔ ج۲، ص۱۶۶ تا ص۱۷۲۔

۱۰۰۔ کم وبیش انہی الفاظ کے ساتھ کتاب العلم میں دو جگہ (باب رب مبلغ اوعیٰ من سامع (ج/۱ص۲۶) اور باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب (ایضاً/ص۳۷، ۳۸) یہی قول) منقول ہے۔ پھر قصہ دوس والطفیل کے سلسلے میں باب حجۃ الوداع میں جہاں حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے حوالوں سے جو مختلف احوال ومسائل مع ذکر رجال موجود ہے۔ مزید براں محولہ بالا فرمان نبوی ﷺ بھی معمولی الفاظ کے فرق کے ساتھ دو جگہ مندرج ہے۔ (ج۵/ص۲۲۳، ص۲۲۴) پھر یہی فرمان نبوی ﷺ آگے کتاب الحدود میں (باب ظہر المومن حمی، ج۷/ص۱۹۸) میں بھی مروی ہے اور تقریباً یہی الفاظ کتاب الفتن (باب قول النبی ﷺ لا ترجعوا بعدی کفارا) کے تحت حضرت ابوبکرہؓ کی روایت میں دو جگہ (ج۹/ص ۶۳، ۶۴) موجود ہیں۔

۱۰۱۔ ملاحظہ ہو: کتاب العلم، باب الانصات۔ بروایت حضرت جریرؓ (ج۱/ص۴۱) آگے کتاب قصۃ دوس والطفیل باب حجۃ الوداع میں یہی روایت دو جگہ (ج۵/ص۲۲۳، ۲۲۴) مذکور ہے۔ پھر یہی قول نبوی ﷺ کتاب الدیات (ج۹/ص۳) اور کتاب الفتن (ج۹، ص۶۳) میں حضرت جریرؓ اور ابن عمرؓ کے حوالے سے منقول ہے۔ البتہ اسی کتاب الفتن میں ابن عباسؓ کی روایت میں الفاظ (**لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض**۔ ج۹/ص۶۳) مروی ہیں۔ (الفاظ کا معمولی فرق بروایت ابی بکرہؓ، قصۃ دوس والطفیل میں پایا جاتا ہے۔ یعنی **الا فلا ترجعوا بعدی ضلالاً یضرب بعضکم رقاب بعض**۔ ج۵/ص۲۲۴)

۱۰۲۔ دیکھئے باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعیٰ من سامع (ج۱/ص۲۶) قصۃ دوس والطفیل کے باب حجۃ الوادع میں بروایت حضرت جریرؓ الفاظ یہ ہیں: **الا لیبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض ما من یبلغهٗ ان یکون اوعیٰ لهٗ من بعض من سمعه** (ج۵، ص۲۲۴) کم وبیش یہی الفاظ کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ لا ترجعوا بعدی کفارا میں بھی (ج۹/ص۶۳) موجود ہیں۔

۱۰۳۔ قصۃ دوس والطفیل باب حجۃ الوداع عن جریرؓ/ابی بکرہؓ (ج۵، ص۲۲۴)۔

۱۰۴۔ ایضاً۔

۱۰۵۔ ملاحظہ ہو: الصحیح لمسلم ومع شرحہ الکامل للنووی، نور محمد اصح المطابع۔ وکارخانہ تجارت کتب۔ دہلی، ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء (طبع اول)۔

۱۰۶۔ ایضاً۔ج ۲ (باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال) ص ۶۰، ۶۱ (حضرت ابوبکرہؓ کی اسی روایت کو الخطیب العمری التبریزی، الشیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ نے مشکاۃ المصابیح (تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی۔ منشورات المکتب الاسلامی دمشق۔۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء۔ کتاب المناسک) میں باب خطبۃ یوم النحر و رمی ایام التشریق والتودیع (ج ۲/ص ۴۷، ۵۰) کے تحت نقل کی ہے۔

۱۰۷۔ الالبانی، محمد ناصر الدین۔ حجۃ النبی ﷺ کمارواھا جابرؓ۔ المکتب الاسلامی۔ بیروت ۱۹۸۴ء (طبع ثانی) ازروئے تبویب یہ روایت مسلم میں باب حجۃ النبی ﷺ کے تحت، ابوداود میں باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ کے تحت مذکور ہے جبکہ ذہبی نے ترجمہ جابرؓ کے تحت اور ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ (الجزء الخامس) میں اسے بیان کیا ہے۔ (ایضاً، ص ۳۶، ۳۷) روایت جابرؓ کا انحصار سات ثقات تابعین (ابوجعفر الباقر (۱)، ابوالزبیر محمد بن مسلم (۲)، عطاء بن ابی رباح (۳)، مجاہد بن جبیر (۴)، محمد بن المنکدر (۵)، ابو صالح ذکوان السمان (۶)، ابوسفیان طلحہ (۷) کی روایت پر ہے۔ (ایضاً، ص ۳۷، ۳۸)

۱۰۸۔ وہ سات جملے یہ ہیں: (۱) ان دمائکم واموالکم.....الخ (۲) کل شی من امر الجاھلیۃ ..... الخ (۳) و دماء الجاھلیۃ .....الخ (۴) و ربا الجاھلیۃ موضوع .....الخ (۵) فاتقوا اللہ فی النسآء .....الخ (۶) قد ترکت .... کتاب اللہ .....الخ (۷) وانتم تسالون .....الخ (ایضاً/ ص ۷۱ تا ۷۳)

۱۰۹۔ وہ جملہ خطبہ عرفہ میں بھی شامل ہے یعنی فان دماء کم.....الخ (ایضاً، ص ۸۸)

۱۱۰۔ ابواب کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ (ص ۱۳۲) باب الوقوف بعرفۃ (ص ۱۳۲) باب الخروج الی منی (ص ۱۳۲) الی عرفۃ (ص ۱۳۲) باب الخطبۃ بعرفۃ (ص ۱۳۳) باب النحر الحرام (ص ۱۴۰) باب النزول بمنی (ص ۱۴۲) باب یوم یخطب بمنی (ص ۱۴۲) باب من قال خطب یوم النحر (ص ۱۴۳) باب ای وقت یخطب یوم النحر (ص ۱۴۳) باب مایذکر الامام فی خطبۃ بمنی (ص ۱۴۴) ملاحظہ ہو (سنن ابی داود مع شرح عون المعبود۔ مطبع انصاری دہلی۔ ت۔ ط۔ ن)۔

۱۱۱۔ ان میں سے نیا فقرہ کوئی نہیں بلکہ تمام بخاری و مسلم کے مکررات ہی معلوم ہوتے ہیں۔ بہرحال اس باب میں کل سات فقرے مذکور ہیں یعنی: (i) ان دماء کم و اموالکم .....الخ (ii) الا ان کل شیء من امر الجاھلیۃ .....الخ (iii) و دماء الجاھلیۃ موضوعۃ واول دم اضعہ دماء نا دم ... قال عثمان دم ابن ربیعۃ وقال سلیمان دم ربیعۃ بن الحارث بن عبدالمطلب (ایضاً۔ ج ۲، ص ۱۴۷) (iv) و ربو الجاھلیۃ موضوع .....الخ (v) فاتقو اللہ فی النسآء .....الخ (ایضاً) (vi) وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ .....الخ (ایضاً، ج ۲، ص ۱۴۸) (vii) و انتم مسئولون عنی فما انتم قائلون .....الخ (ایضاً) ان میں سے تیسرے فقرے/ جملے (واول دم اضعہ دماء نا دم .....الخ) کی شرح میں صاحب عون المعبود نے لکھا ہے کہ:

اسمہ ایاس ھو ابن عم النبی ﷺ قال النووی قال المحققون والجمھور اسم ھذا الابن ایاس بن ربیعۃ بن الحارث بن عبد المطلب و قال القاضی ورواہ بعض رواۃ مسلم دم ربیعۃ عاش بعد النبی ﷺ الی زمن عمر بن الخطاب و تاولہ ابو عبید فقال دم ربیعۃ لانہ ولی الدم نفسہ الیہ۔(دیکھئے۔ج۲/ص۱۲۷)

۱۱۲۔ کتاب المناسک میں جو روایت گذر چکی ہے اس میں بقول عثمان دم ابن ربیعہ اور بقول سلیمان دم ربیعہ بن الحارث ہے لیکن یہاں کتاب البیوع میں (دم ابن حارث کے بجائے) خود دم حارث بن عبدالمطلب مذکور ہے۔(حالانکہ مسلم میں بھی دم ابن ربیعہ (ج۳/ص۳۴۸) منقول ہے) خطابی کا کہنا ہے کہ ابوداؤد کی اور تمام روایات میں دم ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب آیا ہے اور ربیعہ بن الحارث تو قتل ہی نہیں ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے تک زندہ رہے صحیح یہ ہے کہ جاہلیت میں ان کا چھوٹا بیٹا قتل ہوا تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہدر فرمایا (حاشیہ عون المعبود۔ج۳/ص۲۴۹)

۱۱۳۔ ملاحظہ ہو: سنن نسائی۔ دار احیاء التراث الاسلامی۔ بیروت (ت۔ط۔ن) کتاب مناسک الحج (ج۵/ص ۱۱۰ تا ۲۷۴)

۱۱۴۔ ایضاً۔ج۵/ص ۲۷۰۔

۱۱۵۔ ایضاً۔

۱۱۶۔ دیکھئے: جامع الترمذی مع تقریر شیخ الہند، ایس کمپنی، اردو بازار دہلی/ کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، (ج۲/ص۳۸)

۱۱۷۔ ایضاً۔

۱۱۸۔ ایضاً۔

۱۱۹۔ ایضاً۔

۱۲۰۔ عن ابی امامۃ بن۔ الباہلی قال سمعت رسول اللہ ﷺ یخطب فی حجۃ الوداع فقال (ریاض الصالحین فی کلام سید المرسلین، النووی م ۶۷۶ھ، دار الارشاد، بیروت، ۱۹۶۸، ص۳۱، بحوالہ ترمذی آخر کتاب الصلاۃ)

۱۲۱۔ ایضاً۔ج۲/ص۲۱۹۔

۱۲۲۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ایک فاضل تبصرہ نگار ڈاکٹر رضا نقوی نے مولانا محمد میاں صدیقی کی کتاب ’’خطبات رسولؐ‘‘ (شائع کردہ اسلامک بک فاؤنڈیشن۔ لاہور ۱۹۸۷) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ’’اسی طرح خطبۂ حجۃ الوداع (خطبہ ۲۶) میں بعض عبارات مستند اور مشہور روایات کے مطابق نہیں ہیں۔ مثلاً **وانی قد ترکت فیکم** سے **کتاب اللہ** تک کی عبارت دی گئی ہے۔ بجائے ’’**انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی یاسنتی**‘‘ جو جامع ترمذی، نسائی، مسند امام احمد بن حنبل ابن ہشام وغیرہ کے یہاں متعدد ثقہ راویوں کے حوالے سے دی گئی ہے۔(ملاحظہ ہو: نقوی ڈاکٹر سید علی رضا۔ تعارف کتب۔ سہ ماہی فکر و نظر۔ مجلہ ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد۔ ج۲۷ شمارہ ۲۵ (اکتوبر۔ دسمبر

۱۹۸۹/ص ۱۲۵) کاش کہ فاضل تبصرہ نگار مکمل حوالے رقم فرما دیتے تو رہنمائی ہو جاتی۔ راقم الحروف کو تلاش کے باوجود ڈاکٹر صاحب موصوف کے فرمودہ حوالے روایت باللفظ کے ساتھ دستیاب نہیں ہو سکے۔ بہرحال ہماری ناقص معلومات کے مطابق ترمذی میں بھی الفاظ وہ نہیں جو ڈاکٹر نقوی صاحب نے نقل فرمائے ہیں۔ تاہم ترمذی کے باب المناقب میں یہی مضمون روایت بالمعنی کے طور پر موجود ہے۔ جبکہ ابن ہشام کے ہاں سرے سے یہ روایت ہی نہیں ہے (ابن ھشام میں صرف کتاب و سنت مذکور ہے۔ دیکھئے۔ ابن ھشام، ج ۴/ص ۲۵۱) یہ روایت نسائی میں بھی منقول نہیں۔ مسند احمد میں (جہاں مسند جابر بن عبداللہ سو صفحات سے زائد پر مشتمل ہے) یہ روایت مذکور نہیں (ملاحظہ ہو: مسند الامام احمد بن حنبل۔ المکتب الاسلامی۔ بیروت ۱۹۸۵ء/ص ۲۹۲ تا ص ۴۰۰)، مسند احمد کی دوسری (متفرق) جلدوں میں خطبۂ حجۃ الوداع کے جو چند جملے (ج ۳/ ج ۷/ ج ۹/ ج ۴، وغیرہ میں) مروی ہیں ان میں بھی "**اھل بیتی وعترتی**" کے الفاظ نہیں پائے جاتے حتیٰ کہ (ج ۳/ص ۱۶۷ تا ۱۸۶ میں جو) مسند اہل البیت شامل ہے، روایت محولہ بالا مذکور نہیں۔ ابن حبان کے ہاں بھی روایت جابر اس مضمون سے خالی ہے (دیکھئے: کتاب الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان۔ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت ۱۹۸۷ء ج ۵/ص ۹۹ تا ۱۰۳) مفتاح کنوز السنۃ (مرتبہ الدکتور ای ھنسنک (عربی ترجمہ) محمد فواد عبدالباقی۔ (مطبوعہ) مطبعۃ مصر شرکۃ مساھمۃ مصریۃ۔ ۱۹۳۴ء) کے مطابق بھی زیر بحث روایت ترمذی کے علاوہ دوسرے مجموعہ ہائے احادیث میں نہیں ہے۔ ہاں البتہ تاریخ یعقوبی کے ہاں یہی مضمون ان الفاظ میں موجود ہے: **انی قد خلفت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی، اھل بیتی**۔ (ملاحظہ ہو: الیعقوبی، احمد بن یعقوب تاریخ الیعقوبی۔ دار صادر۔ بیروت ۱۹۶۰ء/ ج ۲/ص ۱۱۱، ۱۱۲) جبکہ العقد الفرید میں روایت یوں وارد ہے: **فانی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لم تضلوا کتاب اللہ و اھل بیتی**۔ (دیکھئے۔ ابن عبدربہ، العقد الفرید، المطبعۃ العامرۃ مصر، ۱۲۹۳ھ۔ ج ۲/ص ۱۵۸)۔

۱۲۳۔ ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ۔ مطبوعہ المطبعۃ التازیۃ۔ مصر۔ (طبع اول) ج ۲/ص ۲۴۷۔

۱۲۴۔ مثلاً: **فان دماء کم و اموالکم ..... الخ، الا لا یجنی جان الا علی نفسہ ..... الخ، الا ان الشیطان قد ایس ان یعبد ..... الخ الا! وکل دم من دماء الجاھلیۃ ..... دم الحرث بن عبد المطلب کان ..... الخ، الا! وان کل ربا ..... تظلمون** (ایضاً۔ ص ۲۴۷، ۲۴۸)

۱۲۵۔ ایضاً۔ ص ۲۴۸۔

۱۲۶۔ ایضاً۔

۱۲۷۔ ایضاً۔

۱۲۸۔ دیکھئے: العلامۃ الشیخ عبداللہ بن حمید السالمی۔ مسند الامام الربیع بن حبیب۔ مرتبہ: ابو یعقوب یوسف بن ابراہیم السودانی۔ مطبعۃ الازھار البارونیۃ۔ ۱۳۲۶ھ/ص ۲۳۰۔

۱۲۹۔ ایضاً۔

۱۳۰۔ ملاحظہ ہو: مسند الطیالسی ۔مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۔دکن ۔۱۳۲۱ھ۔اس کے سرورق پر ذہبی کا یہ قول ثبت ہے کہ **هو اول من صنف المسانيد**

۱۳۱۔ ایضاً۔ج۵/ص۱۵۴۔

۱۳۲۔ ایضاً۔ج۵/ص۱۶۸۔

۱۳۳۔ المسند الامام احمد بن حنبل ۔شرح وتحقیق احمد محمد شاکر۔دارالمعارف مصر۔(طبع ثانی)

۱۳۴۔ ایضاً۔ج۳/ص۳۲۷/حدیث نمبر ۲۰۳۶ (عن ابن عباس)

۱۳۵۔ ایضاً نیز دیکھئے۔ج۴/حدیث نمبر ۵۵۷۸ (عن ابن عمر)

۱۳۶۔ ایضاً۔ج۷/ص۳۱۶،۳۱۷۔

۱۳۷۔ مسند جابر بن عبداللہؓ۔ج۵،ص۳۱۳ (مسند الامام احمد بن حنبل وبھامشہ منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال للمتقی الھندی وصححہ محمد ناصر الدین الالبانی ۔المکتب الاسلامی ۔بیروت ۱۹۸۵ء (طبع پنجم)

۱۳۸۔ ایضاً۔ص۳۷۸۔

۱۳۹۔ ایضاً۔ج۵/ص۳۱۳۔

۱۴۰ صحیح بخاری کتب الفتن کے باب ذکر الدجال (ج۹/ص۷۴،۷۵ میں) ابن عمرؓ سے جو روایت مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: **ثم ذكر الدجال فقال انى لا نذركموه وما من نبى الّا و قد انذره**.....الخ (ج۹،ص۷۵) نیز ابن عمرؓ کی ہی روایت قصۃ دوس والطفیل میں بھی ہے۔دیکھئے باب حجۃ الوداع ذکر المسیح لدجال (ج۵/ص۲۲۳) قال مابعث اللہ من نبی الا انذر امتہ (ایضاً)

۱۴۱۔ ملاحظہ ہو: سنن الدارمی، مطبع النظامی، کانپور ۱۲۹۳ھ۔(کتاب المناسک) باب فی حج النبی ﷺ (ص ۲۲۵) باب فی سنۃ الحاج (ص۲۳۳) حدیث جابرؓ (ص۲۳۴)

۱۴۲۔ ایضاً۔ص۲۳۵۔

۱۴۳۔ ایضاً۔

۱۴۴۔ ایضاً۔ص۲۳۶۔

۱۴۵۔ ایضاً۔ص۲۳۵۔

۱۴۶۔ مسند ابوعوانہ، لامام الحافظ الثقۃ الکبیر ابی عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، م ۳۱۰ھ۔مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف العثمانیہ۔دکن ۱۳۶۲ھ)۔

۱۴۷۔ المعجم الصغیر للطبرانی ۔م/۳۶۰ھ۔مطبوعہ مطبع انصاری ۔دہلی ۱۳۱۱ھ۔

۱۴۸۔ دیکھئے: صحیح ابن خزیمۃ، الامام الائمۃ ابی بکر محمد بن اسحٰق بن خزیمۃ السلمی نیشا پوری، م/۳۱۱ھ بہ تحقیق وتعلیق و شرح، الدکتور محمد مصطفیٰ الاعظمی ۔المکتب الاسلامی ۔۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۴۹۔ ملاحظہ ہو: الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، م/۳۵۴ھ، ترتیب ابن بلبان الفارسی، م۷۳۹ھ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ (۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ)

۱۵۰۔ ایضاً۔ ص۹۴۔

۱۵۱۔ ایضاً۔ ص۹۹ تا ۱۰۳۔

۱۵۲۔ ملاحظہ: سنن الدارقطنی۔ الامام الحافظ علی بن عمر الدارقطنی (م/ ۳۵۸ھ) مطبع فاروقی دہلی۔ ۱۳۱۰ھ (کتاب الحج۔ ج۲/ص۲۵۴ تا ۲۸۶)

۱۵۳۔ ایضاً۔ ص۲۸۶

۱۵۴۔ الحافظ الکبیر امام المحدثین ولی عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشا پوری۔ م۴۰۵ھ (المستدرک) دائرۃ المعارف النظامیہ۔ دکن ۱۳۳۴ھ (طبع اول) کتاب المناسک (ص۴۴۱)

۱۵۵۔ ایضاً۔ ص۴۷۳۔

۱۵۶۔ ایضاً۔ ص۴۷۴۔

۱۵۷۔ البیہقی، السنن الکبریٰ، دائرۃ المعارف العثمانیہ۔ دکن ۱۳۵۲ھ (ج۵/ص۱۱۴)

۱۵۸۔ ایضاً۔ ص۱۳۹۔

۱۵۹۔ ایضاً۔ ص۱۴۰۔

۱۶۰۔ ایضاً۔ ص۱۵۱، ۱۵۲۔

۱۶۱۔ الہیثمی، الحافظ نورالدین علی بن ابی بکر۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ مکتب القدسی۔ قاہرہ ۱۳۵۲ھ (باب الخطب فی الحج) ج۳/ص۲۶۵ تا ۲۷۴

۱۶۲۔ ایضاً۔ ابی حرۃ الرقاشی۔

۱۶۳۔ ایضاً۔ ص۲۶۵ تا ۲۶۶۔

۱۶۴۔ ایضاً۔ عن ابی نضرۃ/ص۲۶۶۔

۱۶۵۔ ایضاً۔ عن ابن عمر/ص۲۶۷۔

۱۶۶۔ ایضاً۔ ص۲۶۸۔

۱۶۷۔ ایضاً۔ عن ابی ملک الاشعری/ص۲۶۸۔

۱۶۸۔ ایضاً۔

۱۶۹۔ ایضاً۔ عن الحارث بن عمرو/ص۲۶۹۔

۱۷۰۔ ایضاً۔ عن ابی امامۃ/ص۲۷۱۔

۱۷۱۔ ایضاً۔

۱۷۲۔ ایضاً۔ عن ابی قتیلہ/ص۲۷۴۔

۱۷۳۔ واقدی کو حدیث کے معاملے میں اگرچہ زیادہ قابلِ اعتبار نہیں سمجھا جاتا لیکن تاریخ وسیر کے باب میں اس پر تقریباً سب کا اتفاق ہے کہ وہ معتبر و مستند حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۷۴۔ ملاحظہ ہو، الواقدی

۱۷۵۔ ابن ہشام ج ۴، ص ۲۵۰ تا ۲۵۳

۱۷۶۔ دیکھئے: المقریزی، تقی الدین احمد بن علی۔ امتاع الاسماع بما للرسول من الابناء والاموال والحفدۃ والمتاع، (تصحیح و شرح، محمود محمد شاکر) مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمہ النشر و قاہرہ ۱۹۴۱ء، (ج ۱/ص ۵۲۲ تا ص ۵۳۲)

۱۷۷۔ ابن سعد (الطبقات) ج ۲/ص ۱۸۳ (عن عمرو بن خارجہ)

۱۷۸۔ ایضاً۔ ص ۱۸۳۔

۱۷۹۔ ایضاً۔ ص ۱۸۵ (عن ام الحصین)

۱۸۰۔ ایضاً۔ (عن عبدالرحمٰن بن زید الخطاب عن ابیہ)

۱۸۱۔ ایضاً۔ (عن داود بن ابی ھند عن الشعبی) ص ۱۸۸۔

۱۸۲۔ ملاحظہ ہو: الجاحظ، ابی عثمان عمرو بن بحر۔ البیان والتبیین۔ (تحقیق و شرح۔ عبدالسلام محمد ھارون۔ مطبعہ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، قاہرہ۔ ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء (ج ۲/ص ۳۱ تا ۳۳)

۱۸۳۔ دیکھئے: تاریخ الیعقوبی۔ دار صادر بیروت۔ ج ۲/ص ۱۰۹۔

۱۸۴۔ ایضاً۔ ص ۱۰۹۔

۱۸۵۔ ایضاً۔ ص ۱۱۰۔

۱۸۶۔ ایضاً۔

۱۸۷۔ ایضاً۔ ص ۱۱۱۔

۱۸۸۔ ایضاً۔

۱۸۹۔ ایضاً۔

۱۹۰۔ ایضاً۔ ص ۱۱۱، ۱۱۲۔

۱۹۱۔ ایضاً۔ ص ۱۱۱۔

۱۹۲۔ طبری۔ ج ۳/ص ۴۰۳۔

۱۹۳۔ ایضاً۔

۱۹۴۔ ملاحظہ ہو: الحمیدی، ابی عبداللہ محمد بن فتوح بن عبداللہ۔ جذوۃ المقتبس فی ذکر ولاۃ الاندلس۔ مطبعہ السعادۃ۔ مصر ۱۹۵۲ء۔ (ص ۹۴)

۱۹۵۔ ابن خلکان، القاضی احمد، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان۔ مطبعہ المیمنیۃ۔ مصر ۱۳۱۰ھ۔ ج ۱/ص ۳۲۔

۱۹۶۔ ابن عبدربہ نے خطبۂ حجۃ الوداع کے محض چند وہی جملے نقل کئے ہیں جو عام طور پر ابتدائی مآخذ میں پائے جاتے ہیں۔مثلاً (i) ان الحمد لله نحمده و نستغفره و نتوب اليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا .... الخ (ملاحظہ ہو: العقد الفرید، المطبعۃ العامرہ، مصر، ۱۲۹۳ھ/ص ۱۵۷) (۲) ایها الناس، اسمعوا منی ابین لکم .....الخ (ایضاً) (۳) ایها الناس! ان دماء کم واموالکم ..... الخ (ایضاً) (۴) فمن کانت عنده' امانة .....الخ (ایضاً) (۵) ربا الجاهلية موضوع .....الخ (ایضاً ص ۱۵۸) (۶) وان اول دم ابدابه عامر بن ربيعة بن الحارث .....الخ (ایضاً) (۷) ان مآثر الجاهلية موضوع .....ایها الناس ان الشيطان قد يئس ....انما النسآ .....ان للنساء عليكم حقا.... انما المومنون اخوة..... فلا ترجعون بعدی كفارا .... ان ربكم واحد و انا اباكم واحد ...... الخ (ایضاً)

۱۹۷۔ دیکھئے: المسعودی (مروج الذھب، ومعادن الجوہر۔ دارالاندلس۔ بیروت ۱۹۶۵ء) ج ۲/ص ۲۹۰۔

۱۹۸۔ ایضاً۔ص ۲۹۳۔

۱۹۹۔ ایضاً۔ص ۲۹۵۔

۲۰۰۔ ملاحظہ ہو: الباقلانی، ابی بکر محمد بن الطیب، اعجاز القرآن، المطبعۃ السلفیۃ، قاہرہ ۱۳۴۹ھ/ص ۱۱۱۔

۲۰۱۔ ایضاً۔ص ۱۱۲۔

۲۰۲۔ دیکھئے: ابن الاثیر، ابی الحسن علی بن ابی الکرم، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، ج ۲/ص ۱۷۰، ۱۷۱۔

۲۰۳۔ ملاحظہ ہو: ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر۔ زادالمعاد فی ھدی خیر العباد۔ دار احیاء التراث العربی (ت۔ط۔ن) ج ا/ص ۲۸۶۔

۲۰۴۔ ایضاً۔ص ۲۷۵۔

۲۰۵۔ دیکھئے: ابن کثیر۔السیرۃ النبویۃ۔دار احیاء التراث العربی۔بیروت (ت۔ط۔ن) ج ۴/ص ۳۹۲ (عن سلمۃ بن قیس الاشجعی۔

۲۰۶۔ ایضاً۔ص ۳۹۳ (عن اسامہ بن شریک)

۲۰۷۔ ملاحظہ ہو: الحلبی الشافعی علی بن برھان الدین، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیۃ) المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، قاہرہ، مصر۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء، ج ۳/ص ۲۸۸ تا ۳۰۸۔

۲۰۸۔ دیکھئے: الزرقانی۔علامۃ محمد بن عبدالباقی۔شرح علی المواھب اللدنیہ للعلامۃ القسطلانی، (بحاشیہ کتاب زادالمعاد) المطبعۃ الازھریۃ المصریۃ، ۱۳۲۶ھ/ص ۱۰۴ تا ۱۰۶

۲۰۹۔ ایضاً (الزرقانی، شرح علی المواھب المطبعۃ الازھریۃ ۱۳۲۸ھ) ص ۱۴ تا ۲۱۷۔

۲۱۰۔ ایضاً۔ص ۱۷۵ تا ۱۷۸۔